ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
31 مئی تا 6 جون 2001ء

☆ دینی جماعتوں کے لیے تحریک چلانے کا سنہری موقع (خطاب جمعہ)
☆ بھارت سے مذاکرات ــــــ مشتری ہوشیار باش (تجزیہ)
☆ معیشت کی بحالی کا راستہ: سودی قرضے یا ڈیفالٹ؟ (ندائے خلافت فورم)

احیائے دین کا کام کیسے ہو؟

......اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احیائے اسلام کی مہم کا آغاز کس طرح ہو؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ پہلے ایک ہراول دستہ وجود میں آئے جو اس کارعظیم کا عزم صمیم لے کر اٹھے۔ اور پھر مسلسل منزل کی طرف پیش قدمی کرتا چلا جائے۔ اور جاہلیت کے اس بیکراں سمندر کو چیرتا ہوا آگے کی جانب رواں دواں رہے جس کی لپیٹ میں پوری دنیا آچکی ہے۔ وہ اپنے سفر کے دوران میں اس ہمہ گیر جاہلیت سے یک گونہ الگ تھلگ بھی رہے اور یک گونہ وابستہ بھی۔ یہ ہراول دستہ جس منزل تک پہنچنا چاہتا ہے ضروری ہے کہ اسے اپنے راستے کے نقوش اور سنگ ہائے میل پوری طرح معلوم ہوں۔ جنہیں دیکھ کر وہ اپنی مہم کے مزاج وطبیعت' اپنے فرض کی حقیقت واہمیت' اپنے مقصد کی کنہ اور اس سفرطویل کا نقطۂ آغاز پہچان سکے۔ نہ صرف یہ بلکہ اسے یہ بھی شعور حاصل ہونا ضروری ہے کہ اس عالم گیر جاہلیت کے مقابلے میں اس کا موقف کیا ہے؟ کس کس پہلو میں وہ دوسرے انسانوں سے ملے' اور کس کس مقام پر ان سے جدا ہو؟ وہ خود کن خوبیوں اور صلاحیتوں کا حامل ہے؟ اور اردگرد کی جاہلیت کن کن خصوصیات وخصائل سے مسلح اور لیس ہے؟ نیز وہ اہل جاہلیت کو کیسے اسلام کی زبان میں خطاب کرے' اور کن کن مسائل ومباحث پر خطاب کرے؟ اور پھر اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ان تمام امور میں کہاں سے اور کیسے رہنمائی حاصل کرے؟

ان نقوش راہ اور سنگ ہائے میل کا تعین اور تشخص اسلامی عقیدہ کے ماخذ اولین کی روشنی میں ہوگا۔ ماخذ اولین سے ہماری مراد قرآنِ حکیم ہے۔ اس کتاب کی بنیادی تعلیمات انِ نقوشِ راہ کی نشان دہی کریں گی۔

(سید قطب شہید کی کتاب ''معالم فی الطریق'' کے اردو ترجمہ ''جادہ ومنزل'' سے ایک اقتباس)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (۱۹)

﴿یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝﴾

''یہ کوشش کرتے ہیں دھوکہ دینے کی اللہ کو اور اہل ایمان کو' وہ نہیں دھوکہ دے رہے مگر اپنے آپ کو لیکن انہیں اس کا شعور نہیں ہے''۔

یہود کے ایک گروہ نے اہل ایمان کی ساکھ ختم کرنے اور اُسے نقصان پہنچانے کے لئے ایک سازش تیار کی کہ صبح کے وقت کچھ لوگ ایمان کا اعلان کریں اور شام کو مرتد ہو جائیں۔ انہیں اصل میں پریشانی یہ تھی کہ لوگ اجتماعی اور انفرادی طور پر حضور ﷺ پر مسلسل ایمان لا رہے ہیں اور اس سیلِ رواں کے آگے بند باندھنے کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہو رہی۔ مزید برآں جو شخص ایک مرتبہ محمدؐ کے دامن میں آ جائے پھر چاہے اس کے ٹکڑے کر دیئے جائیں وہ کسی طرح بھی اس تعلق کو توڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور ہر شے قربان کر دیتا ہے۔ یہودیوں نے سوچا کہ مسلمانوں کے ایمان و یقین میں رخنہ ڈالنے اور اس کے آگے بند باندھنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ صبح کو ایمان لائیں اور شام کو واپس پلٹ آئیں۔ اس طرح لوگوں پر یہ تاثر چھوڑا جا سکے گا کہ ہم نے ایمان لانے کے بعد بہت قریب جا کر دیکھا ہے اور پورا دن حضور ﷺ کی صحبت میں گزارا ہے' یہ تو صرف دور کے ڈھول سہانے ہیں' ان کی کوئی حقیقت نہیں' لہٰذا ہم تو مایوس ہو کر اپنے آبائی مذہب کی طرف واپس آ گئے ہیں ـــــ اس آیت مبارکہ میں شعوری منافقین کی اسی نوع کی چالوں کی حقیقت واضح کی جا رہی ہے کہ یہ اللہ اور اہل ایمان کو دھوکہ نہیں دے رہے بلکہ خود دھوکہ کھا رہے ہیں لیکن انہیں اس کی سمجھ نہیں۔

''خدع'' دھوکے اور چال کے معنی میں آتا ہے۔ ''یخدعون'' باب مفاعلہ ہے۔ اس باب کی خصوصیت یہ ہے کہ کسی لفظ کے اس میں آنے سے ایک دوسرے کے مقابلے میں ہونے کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ایک فریق دوسرے کو دھوکہ دینے میں بالفعل کامیاب ہو سکے۔ اسی لئے میں نے اس لفظ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ''وہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں''۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ وہ منافق ہو یا یہودی' اللہ کو دھوکہ دینے کا گمان نہیں کر سکتا تو یہاں اللہ کو دھوکہ دینا کس معنی میں ہے؟ اس ضمن میں میری رائے یہ ہے کہ اصل میں اللہ کے رسول کو دھوکہ دینا ہی اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے کیونکہ اللہ اور رسول مل کر ایک وحدت بن جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ یعنی جو اطاعت کرتا ہے رسول کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ حکم ربانی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ﴾ ''اے نبی جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں حقیقت میں اللہ سے بیعت کر رہے ہیں' اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے''۔

﴿وَمَا یَشْعُرُوْنَ﴾ شعور بنیادی طور پر ایسی چیز کے لئے آتا ہے جو حواس خمسہ کے ذریعے محسوس ہو۔ اس سے آگے بڑھ کر اس کے مفہوم میں غور و فکر' سوچ اور معنوی حقیقت کا ادراک بھی شامل ہے۔ یہود اور منافقین حضور اکرم ﷺ کو دھوکہ دینے کی کوشش کر کے سمجھ رہے تھے کہ یہ چال ہمارے حق میں مفید ہو گی دراں حالیکہ وہ اپنے لئے کانٹے بو رہے ہیں اور اپنی عاقبت کو برباد کرنے یعنی اپنی مکمل تباہی کا سامان فراہم کر رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں۔

چوھدری رحمت اللہ بٹر

جوامع الکلم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْیَةِ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضٰی وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ یَّكُوْنَ صَمْتِیْ فِكْرًا وَنُطْقِیْ ذِكْرًا وَنَظَرِیْ عِبْرَةً وَاٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِیْلَ بِالْمَعْرُوْفِ)) (اَخْرَجَهٗ زرین فی جامع الاصول کتاب اللواحق)

''حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔ (۱) میں اللہ تعالیٰ سے ظاہر و باطن میں ڈرتا رہوں۔ (۲) عدل کروں خواہ غصہ کی حالت میں ہوں یا خوشی کی حالت میں (۳) میانہ روی اختیار کروں تنگی کی حالت میں بھی اور فراوانی کی حالت میں بھی (۴) میں صلہ رحمی کروں اس سے بھی جو مجھ سے قطع تعلق کر لے (۵) میں اس کو بھی عطا کروں جو مجھے محروم رکھے (۶) میں درگزر کروں اس سے جو مجھ پر زیادتی کرے (۷) میرا چپ رہنا غور و فکر کیلئے ہو (۸) میرا بولنا نصیحت کیلئے ہو (۹) میری دیکھنا سبق آموزی کیلئے ہو اور میں ان باتوں کا حکم دیتا رہوں''۔

یہ باتیں زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہیں اور گویا قرآن مجید کی تعلیم کو جوامع الکلم کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ ایمان باللہ کا اصل حاصل یہی ہے کہ اللہ کی یاد انسان کے دل میں مستقل رہے اور کسی حالت میں بھی وہ غفلت کا شکار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے کا تصور مستحضر رہے۔ کسی سے ناراضگی یا محبت انسان کو عدل کرنے سے نہ روک سکے بلکہ انسانی تعلقات اللہ کی اطاعت کے تابع ہو جائیں۔ رزق کے بارے میں میانہ روی وہی شخص قائم رکھ سکتا ہے جو اس حقیقت کو مانتا ہو کہ فراخی اور تنگی میرے مالک کی طرف سے ہے اور مجھے ہر حال میں صبر و شکر کی روش اختیار کرنا ہے۔ صلہ رحمی کا حق بھی وہی شخص ادا کر سکتا ہے جسے معلوم ہو کہ یہ حقوق کا معاملہ انسانی رشتوں ہی کی بنیاد پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے رشتہ داری میں انسان کو اس لئے جوڑا ہے کہ انسانوں میں اخوت و رحمت کا سلسلہ جاری رہے اور اگر کوئی شخص غفلت میں ان رشتوں کا پاس نہ کرے تو دوسرا اس کے ساتھ صلہ رحمی کر کے اسے اس جانب متوجہ کرے۔ آخرت کی جواب دہی انسان کو اس بات سے روک دیتی ہے کہ دنیا میں ہی بدلہ لے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ دوسرے کا حق اس کے ذمہ نہ رہے' اگرچہ اس کا حق غصب کیا جا رہا ہو۔ کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا حق تو آخرت میں مجھے مل ہی جائے گا۔ زیادتی پر باوجود اختیار اور طاقت کے معاف کرنا تو بہت ہی عظمت کا کام ہے روش ہے جو دشمنوں کو دوست بنا دیتی ہے اور سوئے ہوئے انسانی ضمیر کو جگا دیتی ہے۔ اللہ کے رسول چونکہ سب سے بڑے داعی الی اللہ ہوتے ہیں اس لئے وہ ذاتی معاملات میں عفو و درگزر پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ انسان کے ہر عمل کا چونکہ حساب ہونا ہے اس لئے انسان اپنے معاملات پر غور و فکر کرنے کیلئے علیحدگی چاہتا ہے اور اس وقت اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لیتا اور از سر نو کمر ہمت کستا ہے کہ بہتر سے بہتر صورت میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ پھر اسے معلوم ہے کہ اللہ کی یاد ہی انسان کو غفلت سے بچانے والی چیز ہے اس لئے اللہ کی یاد سے اپنی زبان کو تر رکھتا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو سننے' دیکھنے اور سوچنے کی صلاحیتیں دی ہیں وہ اس لئے ہیں کہ آیات آفاقی و انفسی میں غور کرے اور حوادث زمانہ کو سبق آموزی کا ذریعہ بنائے۔ بھلائی خود بھی اختیار کرے اور دوسروں کو اس کا مشورہ دے تاکہ پورا ماحول اللہ کی اطاعت کیلئے سازگار بن جائے اور وہ آسانی سے اللہ کی مرضی کے مطابق اپنی بندگی کا حق ادا کر سکے۔ یہ سب چیزیں گویا زندگی کے مختلف گوشوں پر محیط ہیں اور پوری زندگی کی اطاعت پر کاربند ہونے کا سامان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان باتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری راہنمائی کیلئے ہی ان کو بیان فرمایا ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 19
31 مئی تا 6 جون 2001ء
(۶ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان
معاونین: مرزا ایوب بیگ ' مرزا ندیم بیگ
نعیم اختر عدنان ' سردار اعوان
انور کمال میو
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے
زرتعاون (اندرون پاکستان) :
سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے
سالانہ زرتعاون (بیرون پاکستان):
☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

اداریہ

حافظ عاکف سعید

جسٹس (ر) وجیہہ الدین کی ایمان افروز باتیں

گزشتہ روز رِبا کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کی تائید میں لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سیمینار میں کراچی سے تشریف لائے ہوئے مہمان مقرر جناب جسٹس (ر) وجیہہ الدین نے جو نہ صرف سپریم کورٹ کے اُس اپیلیٹ بنچ کے بھی ایک رکن تھے جس نے سود کے خاتمہ کے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی توثیق کی بلکہ اپیلیٹ بنچ کا ۴۰۰ صفحات پر مشتمل فیصلہ تحریر کرنے میں بھی ان کا بڑا حصہ تھا' اپنے خصوصی خطاب میں جہاں سود کے خاتمہ کے ضمن میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی تنفیذ کے حوالے سے جنرل پرویز مشرف کی موجودہ فوجی حکومت اور میاں نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کی جمہوری حکومتوں کے رویئے کو نہایت جرأت مندانہ انداز میں شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور بعض معین واقعات کے حوالے سے اس معاملے میں ان کی بدنیتی کو بے نقاب کیا' وہاں سودی نظام کے خاتمے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ممکنہ معاشی بحران کے حوالے سے بعض عناصر کی جانب سے پھیلائے گئے بے بنیاد اندیشوں اور وسوسوں کو دوٹوک انداز میں رد کرتے ہوئے نہایت ایمان افروز گفتگو فرمائی۔

انہوں نے فرمایا کہ ہماری نگاہ صرف دنیا کی زندگی اور یہاں کے مادی اسباب تک محدود رہتی ہے اور ہم اس اہم حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ دینے والی ذات کون سی ہے اور وہ علیم وقدیر ہستی کیسے غیر محسوس طریقے پر اپنے وفاداروں پر انعامات کی بارش برساتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ انسان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے' تمام اختیارات کا تنہا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ عزت و حکومت اور دولت و ثروت وہی عطا فرماتا ہے۔ عرب کے بدوؤں نے جب اللہ کو اپنا حاکم اعلیٰ تسلیم کر لیا اور اس کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دیا تو دنیا کی دونوں عظیم طاقتیں' یعنی سلطنت روم اور سلطنت فارس ان کے سامنے سرنگوں ہو گئیں اور ۴۰ سال کے قلیل عرصے میں مسلمان دنیا کی عظیم ترین قوت بن کر ابھرے۔ انہوں نے فرمایا کہ پروفیسر خورشید کی یہ بات صدفی صد درست ہے کہ سود کے خاتمے سے نہیں' موجودہ سودی نظام کے برقرار رہنے سے بہت جلد ملکی معیشت کا جنازہ نکل جائے گا اور وہ مکمل تباہی سے دوچار ہو جائے گی ___ جسٹس صاحب نے فرمایا کہ اس اشکال کے جواب میں کہ تجارت بھی تو رباہی کی مانند ہے' اللہ تعالیٰ نے نہایت دوٹوک انداز میں چند لفظوں میں اس بحث کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا کہ ''سن لو! اللہ نے تجارت کو حلال ٹھہرایا ہے اور ربا کو حرام قرار دیا ہے!'' اللہ اپنے احکام کی حکمتوں سے خوب آگاہ ہے لیکن تمہارے لئے یہ بات کافی ہونی چاہئے کہ یہ اللہ کا حتمی فیصلہ ہے۔ بس اس فیصلے کے آگے سر جھکا دو! ___ ہاں اس کی حکمتوں کو جاننا چاہو تو غور کرو' تلاش کرو' حکمت سمجھ میں آ جائے گی۔ قابل احترام جسٹس نے فرمایا کہ ہم نے اپنے مرتب کردہ ۴۰۰ صفحات پر مشتمل فیصلے میں انہی حکمتوں کو اجاگر کیا ہے اور سودی نظام کے خاتمے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ہر مسئلے کا قابل عمل حل تجویز کر دیا ہے' جس کے بعد سپریم کورٹ کے اس فیصلے سے روگردانی کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

تاہم محترم جسٹس صاحب کی یہ بات قدرے محل نظر ہے کہ حکومتی سطح پر سودی نظام کے خاتمے کے حتمی اعلان کے نتیجے میں یہ اندیشہ کہ مغربی طاقتیں رکاوٹ ڈالیں گی اور ہماری مخالف ہو جائیں گی' درست نہیں ہے۔ جسٹس صاحب کی دلیل یہ تھی کہ یہودیت اور عیسائیت دونوں مذاہب میں سود حرام ہے اور ۱۹ ویں صدی کے وسط تک یورپ میں ہر نوع کا سود حرام تھا' بعد میں چرچ نے اس کی جزوی اجازت دی ___ جسٹس صاحب کی گفتگو میں یہ بات نہایت معلومات افزا تھی کہ سود کی مذمت میں احادیث میں وارد شدہ ان سخت ترین الفاظ کہ ''سود کے گناہ کے ۷۰ حصے ہیں جس میں سے کمترین یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے'' کے مثل الفاظ عیسائی روایات کا بھی حصہ ہیں۔ گویا سود کے بارے میں یہود اور عیسائی بھی وہی جذبات رکھتے ہیں جو مسلمانوں کے ہیں ___ ہم جسٹس صاحب کی خدمت میں بصد ادب عرض کریں گے کہ آپ کی یہ سب باتیں بجا' لیکن یہ پہلو بھی آپ کے سامنے رہنا چاہئے کہ موجودہ نیو ورلڈ آرڈر دراصل میں جیو (یہودی) ورلڈ آرڈر ہے اور یہودیوں کے ہاں غیر اسرائیلی سے سودی معاملہ کرنا جائز ہے۔ انہوں نے ایک گہری سازش کے تحت عیسائی چرچ میں نقب لگا کر یورپ میں سود کو جائز قرار دلوایا اور دیکھتے ہی دیکھتے سودی معیشت کے جال میں پورے یورپ کو پھنسا کر اسے بے دست و پا کر دیا۔ بعد میں یہی معاملہ یہودیوں نے امریکہ کے ساتھ کیا۔ پوری عیسائی دنیا میں اجتماعی معاملات اور ملکی نظام حکومت سے مذہب کو ویسے بھی دیس نکالا مل چکا ہے ___ امر واقعہ یہ ہے کہ فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں تو ہے ہی' اس وقت پوری دنیا کی معیشت پر بھی یہود کی اجارہ داری ہے اور انہوں نے یہ پوزیشن سودی نظام کا جال پھیلا کر ہی حاصل کی ہے۔ فی الوقت دنیا کی واحد سپریم پاور امریکہ ہو یا اقوام عالم کی ٹھیکیدار یو این او' سب کی حیثیت یہودیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں۔ سود کے خاتمے کا اعلان نیو ورلڈ آرڈر کے لئے سنگین ترین چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کو روکنے کے لئے وہ اپنا ہر حربہ استعمال کریں گے۔ ہمیں اس کے لئے ذہناً تیار رہنا ہوگا۔ ○○

دینی جماعتوں کیلئے سود کے خاتمے اور نفاذ شریعت کے لئے تحریک چلانے کا سنہری موقع!

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۵ مئی کے خطاب جمعہ کی تلخیص

موجودہ حکومت سودی معیشت کے خاتمے کے معاملے میں ابتداء ہی سے لیت و لعل سے کام لے رہی تھی۔ چنانچہ حال ہی میں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بینچ کے یکم جولائی سے سودی نظام کے خاتمے کے فیصلے کے خلاف یو بی ایل کے ذریعے نظر ثانی کی اپیل بھی داخل کر دی گئی ہے۔ اس سے پہلے مرکزی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود احمد غازی کا یہ بیان کہ ہم سپریم کورٹ سے مزید مہلت مانگ سکتے ہیں' بھی اس بات کی چغلی کھاتا تھا کہ حکومت اس معاملے کو تاخیر و تعویق میں ڈالنے کی فکر میں ہے۔

تاہم حکومت کے اس طرز عمل کے ردعمل میں کراچی سے موصول ہونے والی یہ خبر انتہائی خوش آئند ہے کہ دینی جماعتوں کے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ اگر ۳۰ جون تک سودی معیشت کے خاتمے کا کام مکمل نہ ہوا تو پھر ہم مل جل کر تحریک چلائیں گے۔ یہ بہت خوش کن اطلاع ہے۔

اس اجلاس میں ملک کی چوٹی کی دینی جماعتوں کے سربراہان کا شریک ہونا میرے نزدیک بہت اہمیت کا حامل بھی ہے اور نہایت خوش آئند بھی۔ جمعیت علمائے اسلام کے دونوں دھڑوں کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق اس میں شریک تھے۔ یہ دونوں گروپ پختون علاقے میں کافی سیاسی اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ اسی طرح مولانا شاہ احمد نورانی بھی جو بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں' عظیم دینی و سیاسی پس منظر کے حامل ہیں۔ انہوں نے مشکل حالات میں بھی ہمیشہ حق گوئی کی روش اختیار کی۔ ان کے والد مولانا عبدالعلیم صدیقی کی یورپ' جنوبی افریقہ اور جزائر غرب الہند میں بہت نمایاں تبلیغی خدمات ہیں۔ اس اعتبار سے نورانی میاں کی اس اجلاس میں شرکت بہت اہمیت کی حامل ہے۔ قاضی حسین احمد فی الواقع ملک کی ایک بڑی دینی جماعت کے سربراہ ہیں۔ ان کی شرکت کی اہمیت ظاہر و باہر ہے۔ اگر یہ چاروں بڑی جماعتیں ملک کی دیگر دینی جماعتوں کو ساتھ ملا کر ایک متحدہ محاذ تشکیل دیں اور مل جل کر جدوجہد کریں تو میرے نزدیک یہ سود کے خاتمے اور ملک میں نفاذ شریعت کے عمل کو آگے بڑھانے کا ایک سنہری موقع ہوگا۔ پھر شاید مستقبل قریب میں اس کا دوبارہ موقع نہ ملے۔ اس کے بعد لاہور ہی میں اسی مسئلے پر دوسرا اجلاس ہوا جس میں مولانا سرفراز نعیمی اور لیاقت بلوچ سمیت نو جماعتوں کے نمائندے شریک تھے۔ تنظیم اسلامی کے نمائندے کی حیثیت سے میں بھی وہاں حاضر تھا۔ وہاں میں نے شرکاء کے سامنے درج ذیل نکات رکھے تھے جن پر میں آپ کو بھی غور و فکر کی دعوت دیتا ہوں:

پاکستان کی 54 سالہ تاریخ میں دو باتیں نمایاں رہی ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں سیاست و حکومت پر ایک تثلیث کا غلبہ رہا۔ قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد ہی سے بیوروکریسی' فوج اور سیاست دان یعنی وڈیرے میوزیکل چیئر گیم کی طرح یکے بعد دیگرے اس ملک کے اقتدار پر قابض رہے۔ دوسری نمایاں چیز جو قدرے پس منظر میں رہی لیکن سوچنے سمجھنے والے عناصر اسے نمایاں طور پر محسوس کرتے رہے کہ پاکستان میں سیکولر ذہن رکھنے والے لوگ اور دینی جماعتوں میں ابتداء ہی سے ایک کشمکش مستقل طور پر چلی آ رہی ہے۔

ہوا یہ ہے کہ ہمارا حکمران طبقہ یعنی فوج' بیوروکریٹ یا وڈیرے مغربی استعمار کے تربیت یافتہ ہونے کے باعث سیکولر ذہنیت کے حامل رہے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف دینی و مذہبی جماعتوں کی کوشش رہی کہ یہاں اسلام کو غلبہ حاصل ہو کہ جو تحریک پاکستان کا منطقی تقاضا بھی تھا۔ کیونکہ ''پاکستان کا مطلب کیا' لا الہ الا اللہ'' ہی وہ واحد مقصد تھا جس کے لئے ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے قربانیاں دی تھیں اور اس کی تائید بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے لاتعداد بیانات اور مصور و مفکر پاکستان کے متعدد اقوال سے ہوتی ہے۔

پاکستان بننے کے بعد سے اب تک کی تاریخ کا اگر جائزہ لیں تو نظر آتا ہے کہ سیکولر طبقات اور دینی جماعتوں کے درمیان موجود کشمکش تین ادوار سے گزری ہے۔ پہلا دور وہ ہے جب دینی طبقات نے خالص دینی معاملہ پر مطالباتی تحریک چلائی۔ مولانا مودودی مرحوم نے سب سے پہلے ملک کے آئین میں اسلامی دفعات کی شمولیت کے لئے تحریک چلائی۔ چونکہ یہ تحریک کشمکش اقتدار سے الگ رہتے ہوئے خالص دینی مطالبے پر مشتمل تھی اس لئے نہ صرف تمام دینی مکاتب فکر اور عوام نے اس کا ساتھ دیا بلکہ مسلم لیگ کے بہت سے لوگوں نے بھی اس کی حمایت کی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرارداد مقاصد منظور ہوگئی۔ یہ وہ وقت تھا جب پوری دنیا میں سیکولرازم کا ڈنکا بج رہا تھا لیکن دنیا کے اس واحد ملک میں قرارداد مقاصد کی صورت میں اللہ کی حاکمیت کا اقرار و اعلان کر دیا گیا۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی' باقی بتانِ آزری

بعد ازاں ملک کی بدقسمتی کا آغاز اس وقت ہوا جب لاہور میں پہلا مارشل لاء لگا اور بیوروکریسی نے غلام محمد کی صورت میں اقتدار سنبھال لیا۔ اس کے بعد اسلامی دستور کے تقاضے نے پھر زور پکڑا اور ۱۹۵۶ء میں بائیس متفقہ نکات کے نتیجے میں اسلامی دفعات پر مشتمل دستور بنا۔ لیکن دنیا میں سیکولرازم کے سب سے بڑے نمائندے امریکہ نے ۱۹۵۸ء میں ایوب خان کے ذریعے مارشل لاء لگوا دیا اور یوں دستور کی بساط لپیٹ دی گئی۔

اس کے بعد ملک میں دینی طبقات کی جدوجہد کا دوسرا دور شروع ہوا۔ اس دور میں ملک کے سیکولر اور مذہبی عناصر نے مل کر بحالیٔ جمہوریت کے عنوان سے تحریک چلائی جس میں دینی عناصر کے کارکنوں کا کردار ہی نمایاں تھا۔ البتہ اس تحریک کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذوالفقار علی بھٹو کی صورت میں بری بھلی جمہوریت تو آ گئی لیکن دینی جماعتوں کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ اس کے بعد بھٹو کے خلاف تحریک چلی جسے بعد میں نظام مصطفیٰ ﷺ تحریک کا نام دے دیا گیا۔ اس موقع پر بھی سیکولر و مذہبی عناصر دوبارہ اکٹھے ہو گئے۔ اس تحریک میں بھی سب سے زیادہ طاقت مذہبی عناصر کی تھی جن کے پاس مسجد میں اجتماعات نماز و جمعہ کی صورت میں سب سے زیادہ سٹریٹ پاور تھی۔ اس تحریک کا نتیجہ بھی ضیاء الحق کے مارشل لاء کی صورت میں نکلا۔ گویا دین کا کچھ بھلا ہوا نہ دینی جماعتوں کے ہاتھ پلے کچھ آیا۔ بلکہ دینی جماعتوں کی محنت کا سارا فائدہ جنرل ضیاء نے اٹھایا اور اسلام کا نعرہ لگا کر گیارہ برس حکومت کی۔ اس موقع پر بہت سے دینی

عناصر نے جنرل ضیاء سے تعاون کی غلطی بھی کی۔ تاہم اس دوران ایک جماعت جے یو پی (نورانی گروپ) کو یہ کریڈٹ حاصل ہے کہ انہوں نے ضیاء الحق کے ساتھ نہ کوئی مفاہمت کی اور نہ ہی کراچی کی ابھرتی ہوئی لسانی تحریک کا ساتھ دیا۔

البتہ اس دوسرے دور میں دو خالص دینی و مذہبی تحریکیں بھی چلیں۔ قادیانیوں کے خلاف ایک ''تحریک ختم نبوت'' چلی جس کی قیادت ایک غیر سیاسی شخصیت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ہاتھ میں تھی۔ چونکہ یہ تحریک خالص غیر سیاسی تھی لہٰذا بالکل معجزانہ طور پر ایک خالص سیکولر شخص یعنی بھٹو کے ہاتھوں خالص آئینی اور دستوری سطح پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کر اس تحریک نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ دوسری غیر سیاسی مذہبی تحریک قانون توہین رسالتؐ کی چلی اور وہ بھی کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

ان دونوں تحریکوں میں ایک نمایاں بات تو یہ ہے کہ ان میں سیکولر عناصر شامل نہیں تھے۔ دوسری مشترک بات ان میں یہ تھی کہ جن ایشوز پر یہ تحریکیں چلیں ان کا تعلق دین کے اعتقادی پہلو سے تھا، عملی پہلو سے نہیں۔ البتہ دین کے عملی پہلو کے اعتبار سے پاکستان کی تاریخ میں ایک موقع ایسا آیا تھا جب دینی جماعتوں کو متحد ہو کر احتجاجی تحریک چلانا چاہئے تھی لیکن دینی قیادت نے اس موقع کو ضائع کر دیا، جس کے لئے وہ اللہ کے سامنے جواب دہ ہو گی۔ یہ موقع وہ تھا جب ایک منکر حدیث غلام احمد پرویز کے مشورے پر ایوب خان نے 1962ء میں غیر اسلامی عائلی قوانین نافذ کر دیئے۔ لیکن اس کے باوجود کہ ان قوانین کو تمام دینی و مذہبی مسالک کے چوٹی کے علماء نے متفقہ طور پر غیر اسلامی قرار دیا، دینی جماعتوں نے ان کے خلاف کوئی تحریک نہ چلائی، حالانکہ ہمارے پڑوسی ملک ہندوستان میں مسلمان اگرچہ کمزور اور بے بس ہیں لیکن دینی معاملات میں وہ اتنے باشعور اور باعزت ثابت ہوئے کہ ہندوستان کی حکومت کو آج تک مسلمانوں کے عائلی قوانین کو چھیڑنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ یہ ۱۵ سال قبل کا مشہور واقعہ ہے کہ کلکتہ ہائی کورٹ نے شاہ بانو کیس میں سابق شوہر کو پابند کیا کہ وہ مطلقہ کو عمر بھر نان نفقہ دے گا الا یہ کہ وہ خاتون دوسرا نکاح کر لے۔ حالانکہ ازروئے شریعت مطلقہ کا نان نفقہ صرف عدت تک ہے۔ بھارتی عدالت نے اس شرعی قانون کو نہیں بدلا تھا صرف اس میں اضافہ ہی کیا تھا، لیکن ہندوستان کے تمام دینی طبقات اور مسلمان اس معاملے پر مجتمع ہو گئے۔ زبردست احتجاجی جلوس نکلے، جیلوں میں گئے، لاٹھیاں کھائیں، سینکڑوں مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور بالآخر راجیو گاندھی کو لوک سبھا سے یہ قانون بنوانا پڑا کہ ہندوستان کی کوئی عدالت آئندہ مسلمانوں کے فیملی لاز میں دخل اندازی نہیں کر سکتی۔

بھارت کے مجبور و بے کس مسلمانوں کے مقابلے میں ہم ''آزاد و خود مختار'' پاکستانی مسلمانوں کا اس معاملے میں طرز عمل انتہائی افسوس ناک ہے کہ یہاں کوئی تحریک نہ چلی۔ حتیٰ کہ جنرل ضیاء الحق جو گیارہ سال اسلام کا راگ الاپتے رہے اور ایک فیڈرل شریعت کورٹ بنائی لیکن انہوں نے بھی ان عائلی قوانین کو فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرۂ اختیار سے باہر رکھا۔ اور انہی غیر اسلامی عائلی قوانین کو تحفظ دیا جن کے خلاف اسلام ہونے پر تمام مسالک کے علماء کا اتفاق ہے۔ میرے نزدیک یہ ایک بہت بڑا جرم تھا جو دینی قیادت سے سرزد ہوا۔

بہرحال جنرل ضیاء کے بعد نواز شریف اور بے نظیر کا ''گاہ آمد و خر رفت'' کا سلسلہ شروع ہوا اور اب ایک بار پھر حکمران طبقے کی مثلث کا ایک مستقل ضلع یعنی فوج سامنے آ گئی ہے اور اقتدار پر براجمان ہے۔ یہ دینی جماعتوں اور سیکولر قوتوں کی کشمکش کا تیسرا دور ہے۔ اس دور میں قدرت نے ایک بار پھر دینی قیادت کو دین کی خدمت اور ماضی میں عائلی قوانین کے خلاف تحریک نہ چلانے کی عظیم غلطی کا داغ دھونے کا موقع فراہم کیا ہے۔ یہ معاملہ کمرشل اور بینک انٹرسٹ کا ہے جس کے بارے میں ۱۹۹۱ء میں وفاقی شرعی عدالت نے یہ تاریخ ساز فیصلہ دیا تھا کہ یہ سب ربا کی صورتیں ہیں اور حرام مطلق ہیں۔ اس معاملے پر سیکولر اور دینی طبقات میں واضح پولرائزیشن ہو گی کیونکہ سیکولر طبقات بینک انٹرسٹ اور کمرشل انٹرسٹ کو ربا تسلیم نہیں کرتے لہٰذا ظاہر بات ہے کہ یہ لوگ اس تحریک میں شامل نہ ہوں گے۔

میرے نزدیک یہ عظیم موقع ہے کہ جب دینی جماعتیں بہت ہی مضبوط پچ (PITCH) پر ہیں، اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ ان کی پشت پر ہے جسے ایک عرصہ تک جنرل ضیاء الحق نے شائع نہیں ہونے دیا تھا لیکن میں نے ضیاء صاحب کو قائل کر کے اسے شائع کروایا تھا، بعد ازاں اس رپورٹ کو فوراً ہی مارکیٹ سے غائب کر دیا گیا۔ بعد ازاں مالی معاملات کے ضمن میں وفاقی شرعی عدالت نے اس دس سالہ پابندی کے اٹھنے کے بعد جو ضیاء الحق مرحوم نے اس پر عائد کی تھی دینی اور سیکولر تمام طبقات کے دلائل سن کر بینک اور کمرشل انٹرسٹ کو ربا قرار دیا تو اس وقت کی نواز شریف حکومت نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی جس کے باعث نو سال تک یہ معاملہ سرد خانے میں پڑا رہا۔ تاہم کچھ لوگوں کی کوششوں سے گزشتہ سال سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کا فیصلہ آیا جس میں عدالت عظمیٰ نے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ موجودہ فوجی حکومت کو یکم جولائی ۲۰۰۱ء سے قبل سودی نظام کے خاتمے کا پابند بھی کیا۔ چنانچہ وفاقی شرعی عدالت کا تاریخ ساز فیصلہ اور سپریم کورٹ کے اپیلیٹ بنچ کا اس کو برقرار رکھنے کا مفصل فیصلہ بھی دینی جماعتوں کے لئے ایک بہت بڑی اخلاقی و آئینی تائید کی حیثیت رکھتا ہے۔

موجودہ فوجی حکومت جو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی وفاداری میں تمام حدود و قیود کو پھلانگنے پر آمادہ ہے اس نے یکم جولائی سے پہلے ہی ان اداروں کی خوشنودی کی خاطر عدالت عظمیٰ میں یو بی ایل کے ذریعے نظر ثانی کی اپیل کرادی ہے۔

سود کا معاملہ تمام دینی طبقات کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ لہٰذا حکومت کے اس اقدام پر دینی جماعتوں کی متحدہ تحریک وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ تاہم دینی جماعتوں کو یہ بات بھی پیش نظر رکھنا ہو گی کہ سود کے خاتمے کی اس جدوجہد میں ان کا مقابلہ صرف اندرون ملک سیکولر قوتوں کے ساتھ ہی نہیں ہو گا بلکہ اسلام دشمن عالمی استعماری قوتیں بھی ان کے مقابلے میں آئیں گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ حکومت پر دباؤ ڈالیں کہ سود کی مخالفت کرنے والی دینی قوتوں کو طاقت سے کچل دیا جائے۔ لہٰذا دینی جماعتوں کو نہ صرف متحدہ محاذ قائم کرنا ہو گا بلکہ اسے منظم رکھنے کی خاطر اس کے لئے اسی طرح اصول و ضوابط مرتب کر کے اسے باقاعدہ شکل دینی ہو گی جیسا کہ پی این اے کی تشکیل کے موقع پر مرتب کئے گئے تھے اور نہایت مضبوط قدموں کے ساتھ اس تحریک کو چلانا ہو گا۔ اس موقع پر عالمی شیطانی قوتیں مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا داؤ بھی آزما سکتی ہیں تاکہ دینی طبقات کی کوئی متحدہ قوت وجود میں نہ آئے۔ کوئی بعید نہیں کہ مولانا سلیم قادری کا قتل اسی سازش کا حصہ ہو۔ دینی جماعتوں کو اغیار کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے باہم دست و گریباں ہونے سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کرنا چاہئے۔

امیر تنظیم اسلامی نے اس موقع پر حاضرین اجتماع جمعہ کے سامنے قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا کہ یہ اجتماع یو بی ایل کے ذریعے سود سے متعلق عدالتی فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی اپیل داخل کرنے کے حکومتی اقدام کی شدید مذمت کرتا ہے۔ قرارداد میں حکومت سے یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ سود کے خاتمے سے متعلق قائم کئے گئے مالیاتی کمیشن کی رپورٹ شائع کی جائے اور اس رپورٹ کے متفقہ امور کو فی الفور نافذ کیا جائے۔ امیر تنظیم نے ملک بھر کے مسلمان کھاتے داروں سے اپیل کی کہ وہ یو بی ایل کی تمام شاخوں سے احتجاجاً اپنے اکاؤنٹ ختم کر دیں۔

تمام حاضرین جمعہ نے ہاتھ اٹھا کر ان قراردادوں کی تائید کی۔

مشتری ہوشیار باش

بھارت سے مذاکرات کا موقع نہیں گنوانا چاہئے مگر......

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابو الحسن

پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف بالآخر بھارت کی انتہاپسند حکومت سے بھارت کے دورہ کی دعوت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ جنرل صاحب کی بہت بڑی سفارتی کامیابی ہے۔ اس صورت کو اگر صحیح تر الفاظ میں رقم کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ یہ ہے کہ انہوں نے کشمیر پر مذاکرات کے حوالہ سے بھارت کی سرکار کو کارنر کر دیا تھا اور واجپائی اینڈ کمپنی کو جس میں ایڈوانی اور جسونت سنگھ جیسے سورما شامل تھے 'مذاکرات کے میز پر آنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو فوجی طاقت کے بل بوتے پر حکومت حاصل کرنے کے بعد جنرل پرویز کو اگرچہ داخلی سطح پر کسی مزاحمت کا سامنا نہ تھا لیکن خارجی سطح پر انہیں بے شمار مشکلات کا سامنا تھا۔ جدید تہذیب کے لحاظ سے مہذب دنیا کو غیر جمہوری حکومت قطعی طور پر قبول نہیں' خصوصاً ایسی فوجی حکومت جو ان کے سیاسی مفادات کے حوالہ سے بھی کوئی ایسی مفید نہ ہو۔ سرکاروں کی سرکار امریکی حکومت کا رویہ اگرچہ متوازن تھا جس میں نئی فوجی حکومت کی مذمت بھی تھی اور بعض شرائط کے ساتھ تعاون کا اشارہ بھی تھا البتہ یورپ کی حکومتیں پاکستان کی فوجی حکومت سے کھلم کھلا اظہار بیزاری اور لاتعلقی کر رہی تھیں یہاں تک کہ دولت مشترکہ سے نکال دیئے جانے کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ بیرونی دنیا سے تعلقات کے حوالہ سے بھارت نے جب پاکستان کی پوزیشن کو بہت کمزور دیکھا تو اس کے رویئے میں انتہا درجہ کی رعونت آگئی۔ واجپائی سمیت حکومت کا ہر چھوٹا بڑا انتہائی زوردار اور نفرت انگیز انداز میں کہنے لگا کہ پاکستان سے کوئی بات چیت نہیں کی جائے گی' یہاں تک کہ پاکستان جیسے ملک سے کرکٹ بھی نہیں کھیلی جائے گی۔ پاکستان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ہمارے ساتھ گفت و شنید کے لئے پاکستان کو سرحد پار دہشت گردی بند کرنا پڑے گی۔ یہ بھی کہا گیا کہ ہم غیر جمہوری فوجی حکومت سے مذاکرات کے لئے ہرگز ہرگز تیار نہیں' وغیرہ وغیرہ۔

جنرل پرویز مشرف نے بھارت کو مذاکرات کے راستے پر لانے کے لئے بڑی احتیاط سے اپنے پتے کھیلنے شروع کئے۔ انہوں نے کہا میں بھارت کے ساتھ کسی بھی جگہ' کسی بھی وقت اور کسی بھی سطح پر مذاکرات کیلئے تیار ہوں۔ جنرل مشرف بھارت کے ساتھ مذاکرات کے معاملے میں اتنے پراعتماد تھے کہ جب ایک صحافی نے ان سے سوالیہ انداز میں کہا کہ بھارت تو کسی قیمت پر پاکستان سے مذاکرات پر آمادہ نہیں ہو رہا تو انہوں نے پراعتماد لہجے میں کہا کہ بھارت جلد مذاکرات پر آمادہ ہو جائے گا۔

بھارت پاکستان میں جنرل مشرف کے برسراقتدار آنے کے بعد کشمیر کے معاملے میں خاصا نروس دکھائی دیتا ہے۔ وہ عجیب مخمصہ کا شکار نظر آتا ہے اور کشمیر پالیسی کے حوالہ سے ان دنوں اس سے بعض بچگانہ حرکات سرزد ہوئی ہیں' مثلاً چند ماہ پہلے جب حزب المجاہدین نے یکطرفہ سیز فائر کا اعلان کیا تو کشمیر کے پرامن حل کی طرف پیش رفت کرنے کی بجائے اپنی ساری توانائیاں مجاہد تنظیموں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش میں صرف کر دیں۔ حالانکہ بھارت اگر ''کچھ لو' کچھ دو'' کی بنیاد پر افہام و تفہیم کی کوشش کرتا تو اس وقت بھارت آج سے بہتر پوزیشن میں تھا۔ لہٰذا بھارت نے کشمیر کے مسئلہ سے جان چھڑانے کا ایک قیمتی موقع گنوا دیا۔ پھر رمضان میں خود یکطرفہ سیز فائر کا اعلان کر دیا اور خدا جانے یہ کیسے سمجھ لیا کہ آج کے دور میں جبکہ کیمرے کی آنکھ چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کو محفوظ کر کے دنیا بھر میں نشر کر دیتی ہے اس کے کاغذی سیز فائر کو دنیا تسلیم کر لے گی۔ اسی دوران پی ٹی وی نے کشمیر کے اندر ہونے والے واقعات کو زیادہ سرگرمی سے دکھانا شروع کر دیا اور اب جو انسانی حقوق کمیشن کی رپورٹ منظر عام پر آئی ہے اس میں کشمیر میں بھارتی فوج کے انسانیت سوز مظالم کی طویل داستان موجود ہے۔ تب بھارتی حکومت نے ایک اور پینترا بدلا اور کہا کہ ہم کشمیر پر مذاکرات کیلئے تیار ہیں چونکہ کشمیر ہمارا اندرونی مسئلہ ہے لہٰذا ہم اس سلسلے میں صرف اپنے بندوں سے مذاکرات کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے حریت کانفرنس کو مذاکرات کی دعوت دے ڈالی اور سہ فریقی مذاکرات کو یہ کہہ کر سختی سے مسترد کر دیا کہ یہ ہمارا اندرونی مسئلہ ہے اور ہم کسی دوسرے ملک کی مداخلت برداشت نہیں کریں گے اور اب پاکستان کو مذاکرات کی دعوت دی ہے اور اس میں جموں اور کشمیر پر بات کرنے کا خاص طور پر ذکر ہے تو اب ضد یہ ہے کہ حریت کانفرنس کو اس میں شریک نہیں کریں گے۔

بھارت کی حکومت جنرل صاحب سے اتنی الرجک ہے کہ گزشتہ ستمبر میں جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر جنرل مشرف کی نیویارک میں مصروفیات کی تفصیل بھارت نے منگوائی اور واجپائی کے شیڈول میں ایک دن کا فرق اس لئے کر دیا گیا کہ اس طرح جنرل اسمبلی کی گیلری میں جنرل مشرف سے اتفاقیہ ملاقات کا امکان بھی ختم ہو جائے گا۔ بھارت کا ذاتی طور پر جنرل مشرف کے خلاف اتنا سخت رویہ قابل فہم ہے۔ پچاس سال سے بھارت کا طریقہ واردات یہ تھا کہ وہ دنیا کے سامنے خود کو پرامن اور مذاکرات کا حامی ثابت کرنے کے لئے اکثر یہ اعلان کرتا رہتا تھا کہ وہ مذاکرات میں یقین رکھتا ہے لیکن چونکہ پاکستان سے بہت سے تنازعات ہیں جن میں کشمیر سب سے بڑا مسئلہ ہے لہٰذا پہلے وہ پاکستان سے چھوٹے چھوٹے مسائل پر گفتگو کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ واجپائی دوڑتا ہوا لاہور پہنچ گیا تھا کیونکہ مذاکرات کے ایجنڈے میں کشمیر نہیں تھا۔ اس نکتہ پر بھی ان شاء اللہ بعد ازاں کبھی عرض کیا جائے گا۔ اس وقت قابل ذکر بات یہ ہے کہ جنرل مشرف نے اس فریب کا پردہ چاک کیا ہے اور دوٹوک انداز میں کہا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے مابین اصل بلکہ واحد تنازعہ کشمیر کا ہے' باقی مسائل تو کشمیر کا مسئلہ حل ہوتے ہی آناً فاناً حل ہو جائیں گے۔ وہ بالکل معمولی مسائل ہیں اور ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ لہٰذا مذاکرات اول و آخر کشمیر پر ہوں گے۔

پاکستان کے بہت سے سیاست دان اور صحافی حضرات

مذاکرات کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ ماضی کی طرح ایک بار پھر بھارت کچھ وقت حاصل کرنا چاہتا ہے اور مذاکرات بے سود اور وقت کا ضیاع ثابت ہوں گے۔ ان کے خدشات درست ہو سکتے ہیں لیکن ہمیں کسی قیمت پر مذاکرات کا موقع کھونا نہیں چاہئے۔ مذہبی جماعتیں اور جہادی تنظیمیں ہوش سے زیادہ جوش سے کام لے رہی ہیں اور جنرل مشرف کو بڑے پر زور انداز میں بھارت نہ جانے کا مشورہ دے رہی ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے جنرل مشرف کو بھارت کے دورہ کی دعوت سے شاید یہ سمجھ لیا کہ بھارت ان سے اتنا خوف زدہ ہو چکا ہے کہ جونہی جنرل مشرف پالم کے ہوائی اڈے پر اتریں گے واجپائی انہیں کشمیر طشتری میں رکھ کر پیش کر دیں گے۔ لہٰذا ایک جہادی جماعت نے تو اپنے دعویٰ کو کشمیر سے بڑھا کر پورے بھارت تک پھیلا دیا ہے۔ دہلی میں واجپائی کی گردن اڑانے اور ایڈوانی کو گلیوں میں گھسیٹنے کی انتہائی گھٹیا باتیں کی گئی ہیں۔ ہماری رائے میں بھارت نے جو اندرونی اور بیرونی دباؤ کی وجہ سے جنرل مشرف کو دورہ بھارت کی دعوت دی ہے' اس سے بڑے حکیمانہ اور مدبرانہ انداز میں ڈیل کرنا چاہئے۔ اگرچہ ہم نہیں سمجھتے کہ ایک دورہ میں کوئی فیصلہ کن پیش رفت ہو سکے گی لیکن ہمیں ان مذاکرات میں بڑے خلوص سے شرکت کرنی چاہئے اور پاکستان کے مفادات کو پیش نظر رکھ کر ہر قدم اٹھانا چاہئے۔ ہمیں نہ اتنا نرم رویہ اختیار کرنا چاہئے کہ کوئی ہڑپ کرے اور نہ اتنا سخت رویہ ہونا چاہئے کہ اپنی اکڑ سے ہی ٹوٹ جائیں۔ ہمیں امن قائم کرنے کی بھی ازحد کوشش کرنی ہوگی اور یہ بھی خیال رکھنا ہوگا کہ ماضی میں کشمیر ہماری شہ رگ تھا یا نہیں لیکن آنے والے وقت میں یقیناً ہماری شہ رگ کی حیثیت اختیار کرے گا کیونکہ فہیم اور مستقبل پر نگاہ رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ آئندہ کی جنگ تیل کے لئے نہیں' میٹھے پانی کے لئے ہو گی۔ لہٰذا بھارت کشمیر سے آسانی کے ساتھ دستبردار نہیں ہو گا کیونکہ اس کی سوچ یقیناً یہ ہو گی کہ کشمیر اگر پاکستان کو مل گیا تو سندھ طاس معاہدہ اپنی موت آپ مرجائے گا اور کشمیر کے پانی پر پاکستان قابض ہو جائے گا۔ صورت حال کے بدلنے کے ساتھ اسلامی نقطہ نظر سے ایسے معاہدوں کی کیا حیثیت ہوتی ہے' یہ تو اہل علم ہی بتا سکیں گے بہرحال پانی مستقبل میں قیمتی ترین شے ہو گا اور کشمیر ہاتھ سے نکلنے کی صورت میں بھارت کے دو صوبے پنجاب اور ہریانہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ لہٰذا جنرل مشرف کو بھارت کا دورہ کرنے کی دعوت دینے کا مطلب یہ سمجھ لینا کہ بھارت ہتھیار پھینک رہا ہے' بہت بڑی حماقت ہو گی۔ اگرچہ یہ امکان ہے کہ بھارت کشمیر کی تقسیم کے حوالہ سے خواہی نخواہی آمادہ ہو جائے لیکن یہ بھی خدشہ ہے کہ مذاکرات کی دعوت دے کر دباؤ کم کیا جائے اور پھر کسی بہانے وہ پاکستان پر چڑھ دوڑے۔ لہٰذا پاکستانی افواج کو مکمل طور پر الرٹ رہنا ہو گا۔ ہمیں مذاکرات میں امن کے لئے کوشاں اور جنگ کے لئے تیار رہ کر شرکت کرنا ہو گی۔ بین الاقوامی معاملات جب میز کے گرد بیٹھ کر حل کئے جاتے ہیں تو یہ شطرنج سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل ثابت ہوتے ہیں۔ وہاں اگر کوئی لیڈر چال غلط چل جائے تو اس کی قوم کو سینکڑوں برس اس غلطی کی سزا بھگتنی پڑتی ہے جبکہ ہم ماضی میں بہت سی غلطیاں کر چکے ہیں اور اب ہمارے پاس غلطی کی قطعی طور پر کوئی گنجائش نہیں۔

آخر میں ہم حکومت کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ کتنے ہی ہولناک بم بنا لئے جائیں اور کتنی ہی چالاکی اور سفارت کاری کا مظاہرہ کیوں نہ کر لیا جائے جو قوم مقروض ہو گی اور تنگ دست ہو گی' اس کا کوئی مستقبل نہیں۔ ملک کی معاشی حالت کو بہتر بنایا جائے ورنہ شاہد جاوید برکی کا یہ مقولہ درست ثابت ہو گا: "حالات کا رخ اگر یہی رہا تو بیس سال بعد بھارت اور پاکستان میں وہی فرق ہو گا جو آج امریکہ اور میکسیکو میں ہے۔" ایسی صورت میں ہمارا ہندو کی غلامی سے بچنا ناممکن ہو جائے گا۔ ہمارے حکمران آنکھیں کھولیں اور اقتصادی شعبہ میں بھی ورلڈ بنک' آئی ایم ایف اور دوسرے آدم خور اداروں کو بھارت سے کم دشمن نہ جانیں۔ مضبوط معیشت ہی میں مضبوط دفاع ہے۔

بقیہ : سفرنامہ افغانستان

سہولیات رکھتا ہے۔ ڈائننگ ٹیبل کو اسی انداز میں سجا دیا گیا۔ یہاں کی کھڑکیوں سے بھی ہرے بھرے درختوں اور پہاڑوں کا منظر نظر آتا ہے۔ کھانے کے دوران افغانی صاحب نے بتایا کہ نماز عصر سے پہلے قائم مقام وزیر اعظم اور رات کے کھانے سے پہلے وزیر آب و برق سے ملاقات طے ہے۔ انہوں نے یہ واقعہ بھی سنایا کہ ابھی پچھلے دنوں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل پاکستان آئے تھے اور ہمارا وفد ملا وکیل احمد متوکل صاحب کی قیادت میں ان سے ملا۔ وہ بار بار ہمیں یہی کہہ رہے تھے کہ آپ امریکہ کی بات مان لیں' وہ بہت طاقتور ملک ہے۔ ہم نے کہا کہ ہمارے نزدیک سپریم پاور صرف اللہ ہے۔ اور آپ کس طرح ہمارے مسائل حل کروا سکتے ہیں جبکہ آپ خود امریکہ کے احکامات کے پابند ہیں۔ راقم نے بے ساختہ کہا کہ کوفی عنان اقوام متحدہ میں امریکہ کے رفیق تارڑ ہیں۔ افغانی صاحب نے اقوام متحدہ کے بارے میں علامہ اقبال کا وہ قول سنایا کہ یہ ادارہ مظلوموں کے مسائل حل کرنے کے لئے نہیں بنا بلکہ یہ بڑی قوموں پر مبنی کفن چوروں کا ٹولہ ہے جو تیسری دنیا کے وسائل کو چوس لینا چاہتا ہے۔ افغانی صاحب اپنی گفتگو میں علامہ اقبال اور امیر محترم کی کتب کا حوالہ بار بار دے رہے تھے۔ موصوف پشاور کے قریب ایک مہاجر کیمپ میں رہے اور تعلیم حاصل کی اور اب کئی وفود کے ساتھ دنیا کے بیشتر ممالک میں طالبان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔ انگلش اور دوسری کئی زبانوں پر عبور حاصل ہے۔ کھانے کے بعد ساتھیوں نے آرام کیا۔

(جاری ہے)

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد

کی ایک فکر انگیز کتاب

منہج انقلاب نبویؐ

اہم اطلاع بابت مبتدی رملتزم تربیت گاہ

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں کہ 17 تا 23 جون دفتر حلقہ پنجاب (شمالی)' راولپنڈی میں ہونے والی ملتزم رمبتدی تربیت گاہ اب ایبٹ آباد میں منعقد ہوگی۔ مقام تربیت کا پتہ یہ ہے:

اکبر ہاؤس' محلہ میرپور' بالمقابل ایوب میڈیکل کالج' مانسہرہ روڈ' ایبٹ آباد

برائے رابطہ: ناظم تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب (شمالی) فون (راولپنڈی): 4435430 - 4434438

امیر تنظیم اسلامی ۹ جون کو لاہور میں سیرت النبیؐ کے جلسہ سے خطاب فرمائیں گے

تنظیم اسلامی لاہور کینٹ کے زیر اہتمام ۹ جون بروز ہفتہ بعد نماز مغرب فضل میرج ہال والٹن روڈ' لاہور کینٹ میں جلسہ سیرت النبیؐ سے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد "نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے عملی تقاضے" کے موضوع پر خصوصی خطاب فرمائیں گے۔

سود کے خاتمے میں لیت ولعل سے قوم حکومت کے مقابلے میں آ جائے گی' ڈاکٹر اسرار احمد

آئی ایم ایف' ورلڈ بینک اور ہماری غلط پالیسیوں سے غربت میں اضافہ ہوا ہے' فاروق احمد لغاری

قرضوں کی امداد سوچ سمجھ کر لیں اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کریں' حنیف رامے

ڈیفالٹ کرنے سے جو پابندیاں لگیں گی وہ ہمارے لئے رحمت ثابت ہوں گی' ڈاکٹر سلطان بشیر الدین

ملکی معیشت کی تباہی کا سبب سود ہے لٰہذا اسے ختم کیا جائے تاکہ معیشت بحال ہو' انجینئر سلیم اللہ

زکوٰۃ وعشر کے نظام کو نافذ کرنے سے کوئی ٹیکس لگانے کی ضرورت نہیں' ڈاکٹر خالد ظہیر

سودی معیشت کے باعث ہمارا متوسط طبقہ تیزی سے غرباء کی صف میں شامل ہو رہا ہے' حافظ عاکف سعید

ندائے خلافت فورم کے زیر اہتمام

ملکی معیشت کی بحالی اور بقاء کا راستہ: سودی قرضے یا ڈیفالٹ؟

کے موضوع پر 26 مئی کو قرآن آڈیٹوریم میں منعقدہ سیمینار کی تفصیلی رپورٹ

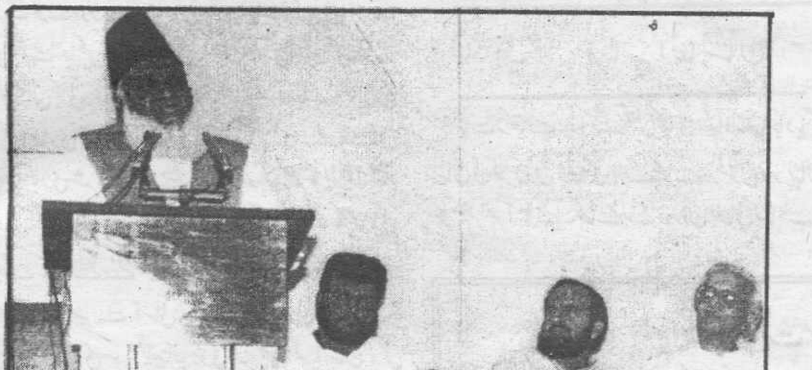

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد ندائے خلافت فورم کے زیر اہتمام سیمینار میں خلاف معمول کھڑے ہو کر صدارتی خطاب ارشاد فرما رہے ہیں

سودی قرضہ وہ ہتھیار ہے جو کسی ملک کی معیشت کے لئے ایٹم بم سے زیادہ مہلک اور لیزر کی کرنوں سے زیادہ تباہ کن ہے۔ دنیا میں جتنی بھی قومیں آج غربت' افلاس اور پستی کی زندگی گزار رہی ہیں اس میں جہاں اس قوم کی قیادت کی نااہلی کارفرما رہی ہے وہاں اس قوم کی تباہی و بربادی اور اسے ذہنی غلام بنانے میں سودی قرضوں کا ہی عمل دخل ہے۔ پاکستان دنیا کے ان بدنصیب ممالک میں سے ہے جسے تاحال ایسے ناعاقبت اندیش حکمران نصیب ہوئے ہیں' جنہوں نے پاکستان کے مقصد تخلیق نفاذ اسلام سے روگردانی کرنے کے ساتھ ساتھ قومی وملکی مفادات کا سودا کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ ان نااہل حکمرانوں نے اپنی قوم کو نہ صرف ان اصل حقائق سے نابلد رکھا بلکہ اپنے اقتدار کو طول دینے اور ''ڈنگ ٹپاؤ'' پالیسی پر عمل کرتے ہوئے سود در سود قرضوں کا حصول بلا تامل جاری رکھا' یہاں تک کہ ان کی مسلسل سرکشی کی روش نے ان کے نقوش بندگی اتنے دھندلے کر دیئے کہ محض ''ڈنگ ٹپانے'' کے لئے قومی مفادات کو بیچ کر من مانی شرائط پر قرضے حاصل کرنے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ مسلسل جنگ جاری رکھنے کو ہی اپنی کامیابی اور اہلیت کی بنیاد تسلیم کر لیا ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ قرض کی مئے نے ہمیں ایک ایسے دوراہے پر کھڑا کر دیا ہے کہ جس میں ایک راستہ صیہونی بوٹ کی ٹو چاٹنے والی غلامی کی اتھاہ گہرائی کی طرف جاتا ہے تو دوسرا پاکستان کے مقصد تخلیق یعنی اللہ کی بندگی اختیار کرنے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

انور کمال میو

امیر تنظیم اسلامی اور داعی تحریک خلافت پاکستان محترم ڈاکٹر اسرار احمد نصف صدی سے ملک وقوم کو بیرونی (مکارانہ اور عیارانہ) سہاروں پر انحصار کرنے کی بجائے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے وطن عزیز اور قوم کو اللہ کی غلامی میں لانے کی صدا بلند کرتے رہے ہیں۔ 'ہفت روزہ ندائے خلافت' 'تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان ہونے کے ناطے اسلامی نظام یعنی خلافت کی ندا کو مہمیز دینے میں ایک معاون کا کردار ادا کر رہا ہے۔ گزشتہ ہفتے 'ہفت روزہ ندائے خلافت' 'فورم کے زیر اہتمام ''ملکی معیشت کی بحالی اور بقاء کا راستہ' سودی قرضوں کا

ندائے خلافت فورم کے زیرِ اہتمام ملکی معیشت کی بحالی اور بقاء کا راستہ: سودی قرضے یا ڈیفالٹ کرنا؟ کے موضوع پر حنیف رامے' انجینئر سلیم اللہ خان' ڈاکٹر خالد ظہیر'
مدیر ندائے خلافت حافظ عاکف سعید اور سٹیج سیکرٹری مرزا ندیم بیگ خطاب کر رہے ہیں۔ سٹیج پر صدر مجلس ڈاکٹر اسرار احمد' سردار فاروق احمد لغاری' اور ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود بیٹھے ہیں

حصول یا ڈیفالٹ؟'' کے موضوع پر ایک بھرپور سیمینار کا اہتمام اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

صدارت محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے کی اور حرفِ آغاز پیش کرنے کا فریضہ مدیر ندائے خلافت جناب عاکف سعید صاحب نے ادا فرمایا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ندائے خلافت کے کارکن مرزا ندیم بیگ نے سرانجام دیئے۔ دیگر مقررین میں سابق صدر پاکستان جناب فاروق احمد خان لغاری' ایٹمی سائنس دان اور ''شہید سی ٹی بی ٹی'' ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود' پیپلز پارٹی کے رہنما و معروف سیاست دان حنیف رامے اور ماہر اقتصادیات پروفیسر ڈاکٹر خالد ظہیر شامل تھے۔

پروگرام کا آغاز باقاعدہ تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ قرآن اکیڈمی لاہور کے قاری مقبول احمد صاحب نے اپنی پرسحر آواز میں سود سے متعلق احکامات پر مبنی سورۃ البقرۃ کا چھٹا رکوع مع ترجمہ پیش فرمایا۔

ذیل میں مقررین حضرات کے اظہار خیال پر مبنی مختصر رپورٹ قارئین کی نذر کی جارہی ہے:

جناب عاکف سعید' مدیر ندائے خلافت

میں سب سے پہلے تمام مقررین اور سامعین کو اس فورم میں خوش آمدید کہتا ہوں کہ اس کے لئے انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکالا۔ جیسا کہ اشتہارات کے ذریعے آپ سب حضرات کو معلوم ہے کہ اس سیمینار کا عنوان ''ملکی معیشت کی بحالی اور بقاء کا راستہ' سودی قرضوں کا حصول یا ڈیفالٹ کر جانا'' ہے۔ آج جب ہم اپنے معاشی حالات پر نظر دوڑاتے ہیں تو صورت حال کچھ یوں نظر آتی ہے کہ ملکی معیشت فیصلہ کن دوراہے پر کھڑی ہے۔ قرض کی مئے پینے کی لت نے ہمیں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی غلامی میں کس دیا ہے' یہاں تک کہ معاشی پالیسی وہاں سے ڈکٹیٹ کرائی جاتی ہے۔ یوٹیلیٹی بلز نے ہماری عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ درحقیقت ہماری معاشی موت واقع ہو چکی ہے اور ہماری معیشت کی مثال اس جاں بلب مریض کی سی ہے جو محض ڈرپ اور آکسیجن کی نالی کے سہارے زندہ ہے۔

قرضوں کا بوجھ مسلسل بڑھ رہا ہے' ہماری اکثریت غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے' زراعت اور صنعت کے شعبے تباہ ہو چکے ہیں۔ مزید برآں ہماری غیرت و وقار کا دھیلا کیا جا چکا ہے۔ ڈیفالٹ کا ہوا دکھا کر حکومت کو بلیک میل کیا جاتا ہے اور ایٹمی توانائی سے محروم کرنے کے پروگرام بنائے جا رہے ہیں۔ جبکہ ہمارے حکمرانوں نے ڈیفالٹ اور اعلان بغاوت کرنے کی بجائے آئی ایم ایف کی غلامی اختیار کئے رکھنے اور سسک سسک کر زندگی گزارنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ ملکی معیشت کی بحالی اور بقاء کا راستہ سودی قرضوں کے حصول میں ہے یا ڈیفالٹ کر جانے میں؟

جناب پروفیسر ڈاکٹر خالد ظہیر

پاکستانی قوم کے مقروض ہونے کے دو پہلو ہیں۔ ایک ہم آئی ایم ایف' ورلڈ بینک اور دیگر غیر ملکی اداروں کے مقروض ہیں' دوسرا ہماری حکومت خود پاکستانی عوام کی بھی مقروض ہے۔ دونوں قرضوں کی مالیت قریباً ایک جیسی ہی ہے۔ ہمارے اپنے بینکوں کی رقم جو حکومت کے ذمہ واجب الادا ہے' وہ 670 بلین روپے ہے' حکومت نے 850 بلین روپے عوام الناس کے دینے ہیں۔ یہ پیسے عوام نے حکومت کو بانڈز' ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ اور مختلف ڈیپازٹس وغیرہ کے نام پر حکومت کو دیئے ہوئے ہیں۔ ان دونوں رقموں کی کل مالیت 1.5 ٹریلین بن جاتی ہیں جبکہ غیر ملکی اداروں کو واجب الادا قرض قریباً 37 بلین ڈالر ہے' روپوں میں یہ رقم 2.22 ٹریلین ہے۔ اس طرح کل قرض کی مالیت 3.72 ٹریلین روپے ہے جو کہ ہمارے GNP یعنی ہمارے اپنے اثاثوں کی مالیت سے بھی زیادہ ہے۔ اب جو بھی قرض لیا جاتا ہے وہ ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہو ہی نہیں سکتا' سارے کا سارا سود کی ادائیگی میں صرف ہو جاتا ہے۔ 43 بلین روپے تو بیرونی اداروں کا سود ادا ہوتا ہے اور 84 بلین روپے رأس المال کی قسط کے طور پر ادا کئے جاتے ہیں۔

اب حال یہ ہے کہ ہم نے گروی کے طور پر جو چیزیں دی ہوئی ہیں ان میں وہ اثاثہ بھی شامل ہے جو اگلے پانچ سال میں متوقع ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں؟ اس کے کئی امکانات ہیں۔

1) قرضوں کی مدت کے دوبارہ تعین (reschedule) کے بارے میں درخواست کریں۔
2) قرضے معاف کروانے کی کوشش کریں۔
3) ہم ڈیفالٹ کر جائیں۔ اس ضمن میں دو صورتیں ہیں کہ ہم صرف سود کی ادائیگی سے انکار کر دیں یا سود سمیت اصل رقم کی ادائیگی سے بھی مکر جائیں۔ ڈیفالٹ کرنے میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنے کئے ہوئے وعدوں سے انکاری ہوں گے جس کی اسلام میں سخت ممانعت ہے۔ لہٰذا سود کی ادائیگی سے تو انکار کیا جائے لیکن کہا جائے کہ اصل رقم تو ہم ضرور واپس کریں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے ہم چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائیں اور حکومت کو آئین میں اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ قرض نہیں لے گی۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ وعشر کا جو نظام بنایا ہے اسے صحیح معانی میں نافذ کیا جائے تو اس کے بعد کوئی ٹیکس لگانے کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

جناب ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود

اس وقت پاکستان اپنے انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے۔ ایک طرف ہم دنیا کی پہلی مسلم ایٹمی طاقت بن چکے ہیں اور دوسری طرف ہمارا معاشی جنازہ نکل رہا ہے۔ ایک لحاظ سے تو ہم دفاع کے سائنسی میدان میں مغربی اقوام کے مقابلے کی چوٹ بن چکے ہیں' لیکن پھر بھی پاکستان کے عوام مایوس ہیں وہ یہ سوچتے ہیں کہ پاکستان بچے گا بھی کہ نہیں۔ بے شمار پاکستانی اپنا وطن چھوڑ کر غیر ملکوں میں آباد ہو چکے ہیں۔ پچھلے دو تین سالوں میں سو بلین سے زیادہ روپیہ باہر جا چکا ہے۔ دن بدن لعنتی قرضوں کا بوجھ بڑھ رہا ہے' اس وقت ہر پاکستانی بچہ قریباً 50 ہزار روپے کا مقروض ہے۔

یہ کیوں اور کیسے ہوا؟ ظاہر بات ہے ایسے حالات جان بوجھ کر پیدا کئے گئے ہیں یعنی انجینئرڈ ہیں۔ یہ ہم پر ظلم کیا گیا ہے۔ ہم نے پاکستانی قوم کو اس ظلم سے نجات دلانی ہے۔ یہی ظلم اگر ہم نے آئندہ نسلوں پر چھوڑ دیا تو وہ ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ یہ فیصلے کا وقت ہے جو قومیں فیصلہ کرتی ہیں وہی جیتتی ہیں جو قومیں دوسروں پر فیصلہ چھوڑ دیں وہ تباہ ہو جاتی ہیں۔

اگر ہم ڈیفالٹ کرتے ہیں تو ہم پر لازماً پابندیاں لگا دی جائیں گی۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ ہم کو مجبوراً اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا پڑے گا۔ چین اور جنوبی افریقہ نے ایسی ہی پابندیوں کی وجہ سے ترقی کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب مصیبت آتی ہے تو اس وقت ہم زبردست ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے پابندیاں ہمارے لئے رحمت ہوں گی' ہم باطل کے نظاموں سے کٹ جائیں گے' باطل کی ہوائیں بند ہوں گی تو تب ہی یہاں پھول مہکیں گے۔ واضح رہے کہ رحمانی نظام لانا ہے تو باطل سے کٹنا ہو گا اور ہمیں اپنے ذہنوں کو بدلنا ہو گا۔ ہمیں نئی پالیسیاں بنانی ہوں گی' تمام مسلمانوں کے لئے ویزہ پالیسی ختم کرنی ہو گی اور افغانستان سمیت تمام مسلمان ملکوں سے اچھے تعلقات قائم کرنے ہوں گے۔

جناب انجینئر سلیم اللہ خان

سود کے بارے میں احکاماتِ الٰہیہ کو ہم سب جانتے ہیں' سب سے بڑھ کر سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں جن لوگوں نے سود کے حق میں اپیلیں دائر کی ہوئی تھیں انہوں نے بھی مانا کہ قرآن وسنت میں سود حرام ہے لیکن انہوں نے عذر پیش کیا کہ سودی نظام اگر ختم کر دیں تو (نعوذ باللہ) ملکی معیشت تباہ ہو جائے گی۔ اس کے جواب میں ہم نے اعداد و شمار سے ثابت کیا کہ ملکی معیشت تو تباہ ہی سود کی وجہ سے ہوئی ہے' سود ختم ہو گا تو معیشت بحال ہو جائے گی۔

قیام پاکستان سے 1971ء تک حکومت پاکستان مقروض نہیں تھی لہٰذا یہاں امن و چین تھا اور روپے کی قیمت ان 32 سالوں تک 5 روپے فی ڈالر کے مساوی رہی تھی جبکہ آج 32 دن قائم نہیں رہتی۔ اس وقت مہنگائی' بے روزگاری اور غربت اتنی نہیں تھی جتنی آج ہے۔ وزارت مالیات پر آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ایجنٹوں کا قبضہ ہے جو ہمیں اصل حقیقت نہیں بتاتے۔ سود کے خلاف پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت کا فیصلہ ان سے نگلا نہیں جا رہا۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے لوگ یہاں پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اگر ہم نے ڈیفالٹ کیا تو تباہ ہو جائیں گے جبکہ اس سے قبل پولینڈ نے 16 ارب ڈالر' میکسیکو نے 84 ارب ڈالر اور برازیل نے 120 ارب ڈالر کا ڈیفالٹ کیا ہے' وہ تو تباہ نہیں ہوئے۔ ڈیفالٹ ہونے کی صورت میں ہم پر جو پابندیاں لگیں گی وہ کبھی موثر نہیں ہو سکتیں' سمندر کھلا ہے' پھر چین' افغانستان اور وسطی ایشیاء کی ریاستیں ہمارے ساتھ ہوں گی۔ یاد رہے ہمارا پورا ایٹمی پروگرام بھی تو تمام تر پابندیوں کے باوجود پاکستان میں آ ہی گیا تھا۔

سودی لعنت نے ہماری حالت یہ کر دی ہے کہ تمام مدات سے حاصل ہونے والے 425 ارب روپے ٹیکس میں سے 350 ارب روپے بیرونی اور اندرونی سود کی ادائیگی میں دے بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد حکومت کے پاس ملکی کاروبار چلانے کے لئے کچھ نہیں بچتا۔ ڈیڑھ سو ارب روپے دفاع اور 80 ارب انتظامیہ اور عدلیہ کے خرچے سمیت دیگر اداروں اور ترقیاتی منصوبوں کو چلانے کے لئے سودی قرضے لینے پڑتے ہیں۔ تشویشناک بات یہ ہے کہ آج ہمارا دفاع بھی سودی قرضوں کا محتاج ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکاتے ہوئے سودی لین دین فوری بند کر دیں اور فوراً ڈیفالٹ کرنے کا اعلان کریں۔

جناب حنیف رامے

حضور اکرم ﷺ نے اعتدال کا جو رویہ ہمیں سکھایا ہے اسی کے پیش نظر میں اپنی گزارشات آپ کے سامنے رکھوں گا۔ قرضوں کے سلسلے میں تین راستے واضح ہیں:

1) ہم انکار کر دیں۔
2) معاف کرانے کی کوشش کریں۔
3) کچھ مہلت حاصل کر لیں۔

اگر ہم انکار کرتے ہیں تو اپنے معاہدے سے پھرتے ہیں۔ میرے خیال میں اعتدال کا راستہ یہی ہے کہ ہم کہیں کہ بھائی ہم نہیں دے سکتے' یہ ہمیں معاف کر دیئے جائیں جیسے کہ اس سے قبل بھی بعض ممالک کے معاف کئے گئے ہیں۔ اگر یہ بات نہیں بنتی تو کم از کم دس سال کے لئے مہلت ہی حاصل کر لیں۔

پاکستان کا شمار کم آمدنی والے ممالک میں ہوتا ہے۔ قرضے ان کے معاف ہوتے ہیں جو حد سے زیادہ غریب اور مقروض ملک ہیں۔ پاکستان اس وقت اندرونی و بیرونی قریباً 40 بلین ڈالر کا مقروض ہے۔ جن لوگوں کے قرضے معاف ہوئے ہیں ان کی اتنی بری حالت نہیں تھی جتنی ہماری ہے۔ ہم نے 306 بلین سالانہ اصل زر اور سود ادا کرنا ہوتا ہے جو ہمارے بجٹ کا 45 فیصد' ہماری آمدنی کا 66 فیصد' ہماری جی ڈی پی کا 7 فیصد ہے۔ جن ملکوں کے قرضے معاف ہوئے ان ملکوں میں 25 سے 35 فیصد لوگ غربت کی لکیر سے نیچے جی رہے ہیں جبکہ پاکستان میں یہ شرح 50 فیصد ہے۔ لہٰذا ہم ہر سطح سے اپنا مقدمہ لڑ کر جیت سکتے ہیں اور اس طرح قرضوں سے عزت سے ہماری گلو خلاصی ہو سکتی ہے۔

اگر ہم انکار کرتے ہیں تو ہم پر طرح طرح کی پابندیاں لگ جائیں گی اور ہماری قوم فی الوقت یہ پابندیاں سہنے کے لئے تیار نہیں ہے' کیونکہ ان کی اس نہج پر تربیت ہی نہیں کی گئی۔ سوال یہ ہے کہ یہ قرضے کیوں لئے گئے؟ دراصل ہمیں ان کا غلط نام ''امداد'' بتایا گیا تھا۔ یہ شروع میں تو بہت ہی کم شرح سود پر مل جاتے تھے لیکن ہم نے یہ رقم تعمیری منصوبوں پر لگانے کی بجائے اللوں تللوں میں لگانی شروع کر دی جس کے باعث یہ رقم واپس انہی کے پاس پہنچ گئی جن سے ہم نے لی تھی۔

وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کریں اور قرضوں کی امداد سوچ سمجھ کر لیں۔ سب سے پہلے انسانی وسائل کو ترقی دیں' انہیں زرمبادلہ کمانے کا ذریعہ بنائیں۔ متوازن خارجہ پالیسی اپنائیں۔ اسلام سلامتی کا دین ہے اسے جنگ وجدل کا دین بنا کر نہ پیش کریں۔ ہمارا پہلا تعارف امن و سلامتی کا ہونا چاہئے۔ ملک میں جمہوری عمل شروع کیا جائے۔ فرقہ واریت کی بجائے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا مادہ پیدا کیا جائے۔

جناب سردار فاروق احمد خان لغاری

سودی نظام یقیناً اللہ کے خلاف جنگ ہے۔ اس کا خاتمہ جتنا جلدی ہو اتنا ہی بہتر ہے۔ مغربی نظام جو کہ ہمیں بڑا کامیاب نظر آتا ہے اس کے خلاف وہاں کے عوام میں بھی شعور پیدا ہو رہا ہے۔ وہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو غریب ممالک میں بڑھتی ہوئی غربت کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ غریبوں کے قرضے معاف ہونے چاہئیں۔

ہمیں بڑی سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ اگر پاکستان ڈیفالٹ کر گیا تو کیا نقصان ہو گا؟ یاد رہے کہ اب تک جس ملک نے ڈیفالٹ کیا وہاں سخت نقصانات آئے۔ کیا پاکستان اس قسم کا نقصان برداشت کر سکتا ہے؟ میں دھڑلے سے کہتا ہوں کہ آئی ایم ایف' ورلڈ بنک اور غلط پالیسیوں اور ترجیحات ہی کی وجہ سے پاکستان میں پچھلے دس سال میں غربت دگنی ہو گئی ہے۔ پانچ کروڑ تو غربت کی لکیر سے نیچے ہیں باقی لوگ بھی غربت کی لکیر سے زیادہ اونچے نہیں ہیں وہ بھی اس کے قریب قریب منڈلا رہے ہیں۔ اگر ہم اپنی ترجیحات اور مینجمنٹ کو کنٹرول کریں تو ضروری نہیں کہ ہمارے قرضے بڑھتے جائیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ سودی قرضوں کا پیسہ کہاں خرچ ہوا؟ دراصل وہ پیسہ غلط ترجیحات پر خرچ ہوا جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس غلطی میں ہمارے اپنے لوگ سب سے بڑے ملزم ہیں۔ میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کو بھی مورد الزام ٹھہراتا ہوں کہ انہوں نے ہمیں ایسی ہدایات دیں جو ہماری معیشت کو بحال نہ کر سکیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہم آج ''آئی سی یو'' میں ہیں۔ اس سے نکلنے کا صرف یہی طریقہ نہیں کہ ڈیفالٹ کر جائیں۔ میری رائے میں اگر ہم یک طرفہ ڈیفالٹ کرتے ہیں تو پاکستان کی سالمیت کو تباہ کر دیتے ہیں۔ آپ سوچیں اگر پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ جائے تو اسلام کو اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ اسلام کا احیاء اس میں نہیں کہ پہلے اپنے آپ کو تباہ کریں۔ لہٰذا ہم نے ایک تحریک چلانے کا فیصلہ کیا ہے' ہم لوگوں کو اکٹھا کر کے مغرب کے فیصلے کرنے والے لوگوں کے سامنے بات رکھیں گے کہ پاکستانی قوم اس بات پر متفق ہے کہ ہمارے قرضے معاف کئے جائیں۔ ایک اندازے کے مطابق

ندائے خلافت فورم کے زیر اہتمام سیمینار میں حاضرین مقررین کی تقاریر نہایت توجہ اور انہماک سے سنتے ہوئے

ہمارا 50 ارب ڈالر سے زیادہ تو باہر پڑا ہے اور اس کے برعکس ہم نے 37 ارب ڈالر دینے ہیں۔ ہم مغرب والوں سے کہیں گے تم ہمارا پیسہ ہمیں دو تب ہی ہم تمہارے قرضہ واپس لوٹا سکیں گے۔

ڈاکٹر اسرار احمد (صدارتی خطاب)

ڈیفالٹ سے کیا مراد ہے' یہ ابھی تک کی تقاریر میں واضح نہیں ہوا۔ ڈیفالٹ یہ ہے کہ ہم سود کی ادائیگی سے تو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مکمل انکار کر دیں کیونکہ یہ ہمارے دین میں حرام ہے۔ باقی یہ کہ آپ کا اصل زر ہم ضرور دیں گے لیکن ظاہر بات ہے وہ ہم اپنی سہولت کی ساتھ دے سکیں گے۔ اس کے لئے دنیا میں مختلف پروگرام بنے ہیں' ڈیٹ ایکویٹی سویپ کی کئی شکلیں ہیں۔ ایک شکل یہ بھی ہے کہ ہم آپ کے قرضے پاکستانی کرنسی میں ادا کریں گے۔ آپ یہاں اس رقم سے انڈسٹری لگائیں' اس کے بعد اس کا منافع بے شک ڈالر میں باہر لے جائیں۔

جہاں تک ''اوفو بالعقود'' کی بات ہے امریکہ نے F-16 کے معاملے میں ہمارے ساتھ کون سے وعدے کا پاس رکھا۔ وہ دو طرفہ معاہدہ تھا' انہوں نے جہازوں کے پیسے بھی لے لئے تھے۔ لیکن انہوں نے اس کی یک طرفہ خلاف ورزی کی اور پیسے بھی واپس نہیں کئے۔ اگر یہ اصول مغرب نے اختیار کیا ہے تو ہم بھی ایسا ہی کر سکتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ مسئلہ کہیں زیادہ بڑا ہے۔ ہمارے ہاں تو یہ دین کا مسئلہ ہے' اللہ اور رسول ؐ کا حکم ہے۔ اگرچہ یہ حکم تو پہلے سے ہی تھا تاہم اب ہماری عدلیہ نے اسے لازم قرار دے دیا ہے لہٰذا اب ہمارے ہاتھ پاؤں بندھ گئے ہیں۔ بہرکیف ہم اصل زر دینے کے پابند ہیں۔ ڈیفالٹ کی صورت میں یہ کہنا کہ ہم بالکل اصل زر بھی نہیں دیں گے میں اس کے حق میں نہیں۔

یاد رہے ایسے معاہدوں کے بارے میں سورۂ توبہ میں رہنمائی موجود ہے۔ ایک معاہدے وہ تھے جو معین مدت تک کے لئے تھے ان کے بارے میں تو کہا گیا کہ ان کی مدت پوری کرو لیکن ایسے معاہدے جن میں کسی مدت کا تعین نہیں ان کو یک طرفہ طور پر ختم کیا گیا۔ صرف چار ماہ کی مہلت دی گئی تھی اس میں کفار کی طرف سے کوئی رضامندی حاصل نہیں کی گئی تھی۔

لغاری صاحب بڑے پُر امید ہیں کہ پاکستان کی قرضے معاف ہو سکتے ہیں۔ لیکن میری رائے میں پاکستان کا معاملہ مختلف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ملک ان کے لئے تہذیبی چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ الملحمۃ العظمیٰ یعنی آخری خونریز معرکے میں پاکستان اہم کردار ادا کرے گا۔ اس لئے مغرب ہمارے ساتھ کبھی کوئی نرمی نہیں کرے گا یہی وجہ ہے کہ صہیونیت کو پاکستان کی ایٹمی صلاحیت نفاذِ اسلام کی طرح گوارہ نہیں۔

میرے نزدیک پاکستان کا قیام معجزہ ہے۔ 27 ویں شب کو اپنوں اور غیروں کی بہت سی مخالفتوں کے باوجود قائم ہو گیا۔ اس کے ٹھیک نو ماہ بعد 15 مئی 1948ء کو اسرائیل وجود میں آ گیا۔ 1967ء کی جنگ کے بعد پیرس میں بن گوریان نے تقریر کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ ''ہمیں کسی عرب ملک سے کوئی اندیشہ نہیں' اصل خطرہ تو پاکستان اور افغانستان سے ہے''۔

ہمیں اس اعتبار سے اپنے عوام تیار کرنے ہیں۔ ان سے توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ہمارے قرضوں کو معاف کر دیں گے۔ یہ بات صحیح ہے کہ یہاں اسلام پر عمل نہ ہونے کی برابر ہے لیکن یہاں کے عوام میں اسلام کے ساتھ شدید جذباتی وابستگی ضرور ہے۔ قراردادِ مقاصد کا پاس ہونا اسی وابستگی کا ظہور ہے۔

علامہ اقبال کا یہ شعر صد فیصد پاکستان پر صادق آتا ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

قراردادِ مقاصد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت تسلیم کرنے کی صورت میں دجالی نظام پر ضرب لگی تو وہ بھی یہی خطہ پاکستان ہی ہے۔ آج اگر سود پر ضرب لگ رہی ہے تو وہ بھی یہیں لگ رہی ہے۔

میرے نزدیک یہ وقت اسلام کے ساتھ عوام کی جذباتی وابستگی کے اظہار کا بہترین موقع ہے۔ سود کے معاملے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد اگر لیت و لعل سے کام لیا گیا تو پھر یہ قوم مقابلے میں آئے گی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پورے اسلام کی تنفیذ انقلابی عمل کے بغیر ممکن نہیں لیکن یہ قدم کہیں سے شروع تو ہو۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ انقلاب لانے کے دو لاکھ افراد کو پیدا کرنے کی جدوجہد میں شریک ہوں جو پھر نہی المنکر بالید کے ذریعے باطل چیلنج کر سکیں!!

یہ پروگرام مرتب کرنے میں سب سے اہم کردار ندائے خلافت کے کارکن مرزا ندیم بیگ صاحب نے ادا کیا۔ ان کی مساعی اس ضمن میں قابل ستائش ہیں۔

تبصرۂ کتب

''چہرے کا پردہ''

نام کتاب : چہرے کا پردہ
مرتب: انجینئر نوید احمد
ناشر : ناظم مکتبہ انجمن خدام القرآن سندھ کراچی
قیمت : ۶۰ روپے
ملنے کا پتہ: قرآن اکیڈمی' خیابان راحت درخشاں' ڈیفنس فیز ۶' کراچی

کتاب ''چہرے کا پردہ'' مختلف اہل علم کے مضامین پر مشتمل ہے جنہیں انجینئر نوید احمد نے یکجا مرتب کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت مغربی تہذیب کی یلغار اس قدر زور دار انداز میں ہماری زندگی کے طور طریقوں کو متاثر کر رہی ہے کہ اسلامی شعائر کی پابندی مشکل سے مشکل تر ہوتی جا رہی ہے۔ بے پردگی' بے حیائی اور اختلاط مرد و زن سے نفرت تو دور کی بات ہے اسے اختیار کرنے کو معاشرے میں اونچے مقام کی علامت سمجھا جانے لگا ہے۔ جبکہ صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق عورت کا دائرہ کار گھر تک محدود ہے جہاں وہ اپنے شوہر اور اولاد کو اچھی تربیت فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے۔ اس لئے اسے خاندان کی معاشی ذمہ داریوں سے بالکل آزاد رکھا گیا ہے' ہاں ضرورت کے وقت عورت ستر و حجاب کی پابندی کے ساتھ گھر سے باہر بھی نکل سکتی ہے۔ اس کتاب میں اسلام کی انہی تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ عورتیں سج دھج کر بال کھولے نیم عریاں لباس میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کر کے مغرب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اللہ اور رسولؐ کے واضح احکام کو پس پشت ڈال کر اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کر رہی ہیں۔ مسلمان خواتین کے لئے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی خاتون جنت نمونہ ہے' جنہوں نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ بھی رات کو اٹھایا جائے تاکہ کسی غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔ علامہ اقبال نے بھی مسلمان خاتون کو یہی بات کہی ہے۔

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگری

اقبال بھی عورت کو شمع محفل نہیں بلکہ چراغ خانہ سمجھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ عورت کے معنی ہی چھپانے کی چیز ہے۔ نپولین نے بھی صحیح کہا کہ مجھے اچھی عورتیں دو' میں تمہیں اچھی قوم دیتا ہوں۔ مغرب نے تو عورت کو مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کر کے اپنا خاندانی نظام تباہ کر لیا ہے۔ ہمیں تو ان کے حال سے عبرت پکڑنی چاہئے اور ان کی تقلید کر کے تباہی کی طرف نہیں بڑھنا چاہئے۔ اس کتاب میں بعض نام نہاد مسلم دانشوروں کی طرف سے مسلمان خواتین کی بے پردگی' مخلوط معاشرے اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کے جواز کی قرآن و سنت کی روشنی میں کامیاب تردید کی گئی ہے۔

ع شاید کہ ترے دل میں اتر جائے میری بات

کتاب سفید کاغذ پر خوبصورت انداز میں مرتب کی گئی ہے۔ حسن معنوی کے ساتھ حسن ظاہری بھی عیاں ہے۔ مطالعہ کے دوران کسی جگہ کتابت اور املا وغیرہ کی غلطی نظر سے نہیں گزری۔ (تبصرہ نگار: یونس بن فیروز)

ضرورت رشتہ

رفیق تنظیم اسلامی کی ۲۲ سالہ ہمشیرہ' سید خاندان' تعلیم بی اے کیلئے شریف' دین دار خاندان سے رشتہ درکار ہے۔
رابطہ: سید عمران علی شاہ' فون (گھر) 7245271
(آفس) 9210177 - 79 Ext:262

سفرنامۂ افغانستان (3)

تنظیم اسلامی کے وفد کے حالیہ دورۂ افغانستان کی لمحہ بہ لمحہ روداد

قندھار سے کابل

آج مورخہ ۱۸/ اپریل وفد نے کابل کی جانب سفر کرنا ہے۔ تمام ساتھی وقت سے پہلے تیار ہو چکے ہیں۔ تقریباً صبح ساڑھے نو بجے رہائش گاہ سے واپس چمن کی طرف تقریباً بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر سڑک کی دائیں جانب قندھار ایئر پورٹ آتا ہے۔ ایئر پورٹ جاتے ہوئے سڑک کی دونوں جانب گندم کے کھیت ہیں اور انگور کی بیلوں کو چھوٹی چھوٹی کچی دیواروں پر چڑھایا گیا ہے۔ ہم ایئر پورٹ کی طرف مڑے تو سامنے اس کی بلڈنگ نظر آئی۔ راستہ میں بے شمار جنگی جہاز اور ہیلی کاپٹر تباہ شدہ حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایئر پورٹ کی بلڈنگ بند ہے۔ لگتا ہے کہ باقاعدگی سے شاید ہفتہ میں چند ایک فلائٹس ہی جاتی ہیں اور اسی وقت اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بہرحال ہمیں وی آئی پی حیثیت دی گئی اور بلڈنگ کے ساتھ ملحقہ گیٹ کو کھول کر سیدھا رن وے کے قریب لے جایا گیا۔ ہم سب رفقاء گاڑیوں سے اتر کر گھاس پر بیٹھ گئے۔ امیر محترم اور چند دوسرے احباب اپنی گاڑی ہی میں جہاز کی تیاری اور روانگی کا انتظار کرنے لگے یعنی ہمارا ڈیپارچر لاؤنج گھاس کا لان تھا۔ ہمارے دائیں طرف آریانا ایئرلائن کے نیلے اور سفید رنگ میں روسی طرز کے بوئنگ جہاز کھڑے ہیں جو اندرون ملک تو شاید پرواز کرتے ہوں مگر امریکی اور یو این او کی ظالمانہ پابندیوں کی وجہ سے بیرون ملک پرواز ان پر حرام ہو چکی ہے۔ سامنے کچھ فوجی جہاز ہیں اور انہی میں سے ایک ہمارے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ ہمیں آئے ہوئے ابھی چند منٹ گزرے تھے کہ پندرہ بیس طلبہ سادہ لباس پہنے اور اسلحہ سے لدے پھندے ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ سلام و دعا کے بعد ہم میں سے بعض ساتھیوں نے اسلحے کی نوعیت کے بارے میں سوالات کئے جس کا انہوں نے تفصیلی جواب دیا۔ بعض ساتھیوں نے جہاد کی برکات حاصل کرنے کے لئے ان کلاشنکوفوں اور مارٹر گنوں کو ہاتھ لگایا۔ بہرحال تقریباً پونے گھنٹے کے بعد جہاز تیار ہو چکا تھا۔ ہمیں روانگی کا اشارہ دیا گیا۔ ہم جہاز کی پچھلی طرف لائن بنا رہے تھے کہ ایک ڈبل کیبن گاڑی آئی جو غالباً اس کسی جہادی کمانڈر کی ہے اور اسے بھی ہمارے ساتھ سفر کرنا ہے۔ ڈرائیور نے اسے جہاز پر چڑھایا مگر اس کی اونچائی زیادہ ہے۔ اسے کم کرنے کے لئے اس کے ٹائروں سے ہوا نکال کر جہاز کے درمیانی حصے میں ٹھونس دیا گیا۔ طلبہ گاڑی کے اگلی طرف اور ہم پچھلی طرف جہاز میں سوار ہو گئے۔ امیر محترم کو کاک پٹ میں کو پائیلٹ والی سیٹ پر بٹھایا گیا۔ جہاز میں کھڑکیوں کے ساتھ آمنے سامنے بینچ نما سیٹیں ہیں۔ گھاس کی چند بوریاں بھی ہمارے قدموں میں پڑی ہیں جنہیں دوران سفر بیڈ بنا کر ہم میں سے بعض ساتھیوں نے آرام کر لیا۔ جہاز نے ٹیک آف کیا اور ہم ایک لمبا چکر لگا کر کابل روڈ کے اوپر محو سفر ہو گئے۔ موسم بہت خوش گوار ہے۔ نیچے ہر چیز واضح نظر آتی ہے۔ تقریباً بیس منٹ کی فلائٹ تک حد نگاہ

شاھد اسلم

زرعی فارم ہیں جو محسوس ہوتا ہے کہ باقاعدہ پلاننگ سے تیار کئے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد پہاڑی سلسلہ اور وادیوں میں زراعت نظر آئی۔ اکثر ساتھی جہاز کی کھڑکیوں سے نظارہ کرتے رہے یہاں تک کہ گردنیں تھک گئیں۔ جہاز کی آواز سے اپنی آوازیں پست ہو گئی تھیں۔ آگے موسم ابر آلود ہو چکا ہے۔ بہرحال کہیں بادل اور کہیں فضا صاف ہے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد کابل کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ نیچے زمین ایسے محسوس ہو رہی ہے جیسے کسی مصور نے سبز رنگ میں شطرنج کے خانے بنائے ہیں۔ بہت زیادہ ہریالی ہے۔ جہاز نے نہایت اچھے انداز میں لینڈ کیا۔

ہم باہر نکلے تو نہایت ٹھنڈی اور تیز ہوا گلے ملی۔ ساتھی اتر رہے تھے کہ ایک خوبصورت کالے رنگ کی مرسڈیز کار اور ایک ٹویوٹا کوسٹر ہمارے قریب آ کر رکیں۔ ایک نوجوان پھرتی کے ساتھ مرسڈیز سے اتر کر ہماری طرف آیا اور پرتپاک انداز میں ملاقات کی۔ امیر محترم سے ملنے کے بعد وہ ان کا سامان اٹھا کر گاڑی کی طرف بڑھا مگر ڈرائیور نے اس سے سامان لے لیا۔ اس نوجوان نے تعارف کرایا کہ وہ وزارت خارجہ کا پروٹوکول آفیسر ہے۔ موصوف کی عقابی نگاہ، کشادہ پیشانی ہے۔ خوبصورت انداز گفتگو اور سلیقے اور پھرتی سے کام کرنے کا ہنر طبیعت کا خاصا ہے۔ نام عبدالغفور افغانی ہے اور صوبہ پکتیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ امیر محترم کے ساتھ چند بزرگ ساتھی مرسڈیز میں اور باقی کوسٹر میں سوار ہو گئے۔

ایئر پورٹ کی بلڈنگ سے مسافر حضرات روانگی کے لئے باہر نکل رہے تھے۔ یہ فلائٹ مزار شریف کے لئے روانہ ہو رہی تھی۔ یہاں بھی کافی تعداد میں مسافر بردار طیارے کھڑے تھے۔ شہر سے گزرتے ہوئے محسوس ہوا کہ سناٹا ہے جس کی وجہ تین روزہ سوگ ہے۔ بہرحال ہمیں سرکاری ہوٹل آریانا لایا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۹۸ء میں پہلے وفد کے ہمراہ جب ہم اس کے پاس سے گزرے تو اس کے کئی حصے جلے ہوئے تھے اور اس وقت یہاں کسی حساس ادارے کا مرکز تھا۔ مگر بعد ازاں طالبان نے اس کی تعمیر نو اور مرمت کر کے باقاعدہ ہوٹل کی شکل دے دی۔ ڈائننگ ہال میں بٹھا کر ہمارے لئے نزل کے طور پر کولڈ ڈرنکس لائے گئے جنہیں چاق و چوبند بیروں نے پیش کیا۔ ہمارے فارغ ہونے تک کمروں کی الاٹمنٹ ہو گئی تھی اور دوپہر کے کھانے کا وقت بتا کر عبدالغفور افغانی صاحب آج کی ملاقاتوں کے لئے وزراء سے رابطہ کرنے کے لئے چلے گئے۔ ساتھی اپنے اپنے کمروں میں سامان رکھ کر کچھ وہیں بیٹھ گئے یا ستانے لگے جبکہ کچھ ہوٹل کے صحن والے دروازے میں آ کر کھڑے ہو گئے اور باہر کے موسم کا نظارہ کرنے لگے۔ کابل شہر پیالے کے پیندے کی مانند ہے اور اس کے کنارے پہاڑ ہیں، درمیان میں درخت اگے ہوئے ہیں۔ آج ان کناروں سے بادلوں کا دھواں اٹھ رہا تھا۔ دور کچھ پہاڑوں پر برف جمی ہوئی ہے۔ ہوٹل کے سامنے مختلف سفارت خانوں کا علاقہ ہے اور بائیں طرف صدارتی محل ہے۔ اسی طرف سڑک کے کونے میں ٹریفک کا وہ اشارہ ہے جہاں بدنام زمانہ کمیونسٹ جنرل نجیب کو پھانسی دی گئی اور عبرت کا نشان بنایا گیا تھا۔ اس کے بالمقابل ایک بڑا ہورڈنگ لگا ہوا ہے جس پر حضرت عمرؓ کا قول فارسی زبان میں بڑے لفظوں میں لکھا ہے کہ ''اللہ نے ہمیں عزت اسلام کی بدولت دی ہے اور اس کے سوا عزت حاصل کرنے میں ذلت ہمارا مقدر ہوگی''۔ عام لوگ تو اس کو پڑھتے ہی ہوں گے مگر سامنے صدارتی محل سے جو کہ اب مہمانوں کے استقبال اور غالباً وزیراعظم کے دفتر کے طور پر استعمال ہوتا ہے جب وزراء سڑک پر نکلتے ہوں گے تو ضرور پڑھتے ہوں گے کہ عزت محلات اور زرق برق لباس اور سودی معیشت اور غیر اللہ کی اطاعت میں نہیں بلکہ اسلام ہی میں ہے۔ اور یہی شعور ہے جس نے ابھی تک طالبان قیادت میں غرور و تکبر پیدا نہیں ہونے دیا۔ اللہ انہیں ہمیشہ ایسا ہی رکھے! اس کے برعکس ہمارے ملک کی سڑکوں اور چوراہوں میں لگے ہورڈنگ فنافی الدنیا اور فنافی الذات ہونے کی دعوت عام دیتے ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ بجے دوپہر کے کھانے کا وقت تھا۔ عبدالغفور افغانی صاحب بھی ڈائننگ ہال میں پہنچ چکے تھے اور ہم سب بھی۔ ہوٹل آریان تھری یا فائیو سٹار ہوٹل کی

(باقی صفحہ 7 پر)

کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے قاضی محلہ اولڈ ہالا کراچی میں قاضی شوکت علی صاحب کی رہائش گاہ پر ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا مجھے انتہائی خوشی ہے کہ سندھ کے قدیم ثقافتی‘ سماجی اور دینی مرکز میں اہل علم حضرات سے گفتگو کا موقع مل رہا ہے۔ میں نہ سیاسی آدمی ہوں اور نہ ہی میرا تعلق کسی مذہبی فرقے سے ہے۔ میں قرآن کا طالب علم اور دین کا ایک ادنیٰ سا خادم ہوں۔ اور اسی ناطے تعلیم و تعلم و تبلیغ قرآن کے ساتھ ساتھ اقامت دین کی جدوجہد میں مصروف ہوں۔ میری دینی سوچ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اسلام بحیثیت دین حالت مغلوبی میں ہو تو غلبۂ دین کی جدوجہد ہر مسلمان پر نماز‘ روزے اور دیگر فرض عبادات کی طرح فرض ہو جاتی ہے۔ جس طرح نماز کے لئے وضو شرط ہے ٹھیک اسی طرح اقامت دین کی جدوجہد کے لئے کسی نہ کسی جماعت میں شمولیت لازم ہے کیونکہ یہ عظیم فریضہ اکیلے اکیلے ادا نہیں ہو سکتا۔ اسلام کی مغلوبیت کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک دنیا کے کسی قابل لحاظ علاقے پر مشتمل ملک میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ نہیں ہو جاتا۔ نبی اکرم ﷺ چونکہ تا قیام قیامت تمام لوگوں کے لئے مبعوث کئے گئے تھے لہذا جب تک ساری دنیا میں نظام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم نہیں ہو جاتا‘ آپ ﷺ کے مقصد بعثت کی تکمیل نہیں ہو سکتی اور ختم نبوت کے بعد یہ فریضہ پوری امت کے کاندھوں پر آ گیا ہے اور احادیث نبویہ ﷺ میں بھی قیامت سے قبل دین کے عالمی غلبے کی خبر دی گئی ہے۔ لیکن اس سے قبل عالم عرب پر ایک کڑا عذاب نازل ہو گا اور حالات اسی طرف جاتے نظر آ رہے ہیں۔ مملکت خداداد پاکستان بھی چونکہ اسلام کے نام پر قائم ہوئی تھی اور ہم نے یہاں اسلام کے نفاذ کا وعدہ پورا نہیں کیا لہذا دوسرے نمبر پر ہم پر بھی عذاب منڈلا رہا ہے۔ لہذا ہم پر لازم ہے کہ عذاب کے نازل ہونے سے قبل قوم یونس کی طرح توبہ کریں اور ہم میں سے ہر فرد غلبۂ دین کی جدوجہد کے لئے اپنا تن من دھن وقف کر دے۔ اس مقصد کے لئے لازم ہے کہ وہ دیکھے کون سی جماعت کا اعلانیہ مقصد اقامت دین کی جدوجہد ہے‘ اس نے کس طرح اپنے طریقۂ کار کو نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کے انقلابی گوشہ سے مستنبط کیا ہے اور اس کے قائد میں کتنا خلوص ہے۔ جس کسی جماعت سے اس کا دل ٹھک جائے اس میں شمولیت اس پر فرض ہو جاتی ہے۔ اگر کسی جماعت پر اس کا دل نہیں ٹھکتا تو پھر اس مقصد کے لئے اپنی جماعت تشکیل دے۔

(مرتب: محمد سمیع)

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کا دعوتی و تربیتی کیمپ

تنظیم اسلامی راولپنڈی کے زیر اہتمام دعوتی و تربیتی کیمپ کا آغاز ۱۹ مئی کو بعد نماز عصر ہوا۔ نماز عصر کے بعد کمال آباد روڈ پر رفقاء نے دعوتی گشت کیا۔ دعوت کے ساتھ ساتھ نماز مغرب کے بعد درس قرآن کی دعوت بھی دی گئی۔ نماز مغرب کے بعد بشیر محمد شاد صاحب کی رہائش گاہ پر درس قرآن کی محفل کا اہتمام تھا۔ مدرس‘ حلقہ پنجاب (شمالی) کے ناظم جناب شمس الحق اعوان صاحب تھے جنہوں نے اپنے مخصوص انداز میں قرآن پاک کا ابدی اور آفاقی پیغام ذہن نشین کرایا۔

درس کے لئے رفقاء واپس دفتر کینٹ میں آ گئے۔ کھانے اور نماز کے بعد دفتر کینٹ میں رفقاء نے ”دینی فرائض کے جامع تصور“ پر قرآنی آیات کو حفظ کرنے کی مشق کی اور آیات ایک دوسرے کو سنائیں۔

راولپنڈی کینٹ کے رفقاء ان دنوں ”فرائض دینی کا جامع تصور“ کو حفظ کرنے کی زبردست کوششیں اور مشق کر رہے ہیں۔ یہ تمام رفقاء کے لئے Assignment ہے جسے ہر حال میں رفقاء کو پورا کرنا ہے تاکہ دعوت کے دوران یہ کام آ سکے۔

۲۰ مئی کی صبح بعد نماز فجر جناب بشیر محمد شاد صاحب نے درس حدیث دیا۔ درس حدیث کے بعد ایک مرتبہ پھر رفقاء کو آیات حفظ کرنے کے لئے وقت دیا گیا۔ اس کے بعد ناشتہ اور آرام کے لئے وقفہ ہوا۔ صبح ۸ سے ۹ بجے تک ڈاکٹر زبیر صاحب نے حضور اکرمؐ کی سیرت پر انتہائی سیر حاصل لیکچر دیا۔ بعد میں اس لیکچر پر مذاکرہ ہوا۔ ۹ بجے سے ساڑھے دس بجے تک رفقاء نے دعوتی گشت کیا۔ گشت کے دوران مذہب اور دین کا فرق نامی کتابچہ اور راولپنڈی کینٹ کا ماہانہ خبرنامہ تقسیم کیا گیا۔ اس ماہ خبرنامہ میں امیر محترم کا مضمون ”بلدیاتی نظام میں خواتین کی نمائندگی کے ذریعے خاندانی نظام کی تباہی“ شائع کیا گیا۔ بڑے پیمانے پر اس کی تقسیم کا مقصد بھی یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ نئے نظام کی خرابیوں سے آگاہ ہو سکیں۔

گشت کے بعد دو مقامات پر دروس قرآن کا اہتمام تھا۔ طارق محمود صاحب کی رہائش گاہ پر جناب عبدالرشید صاحب نے سورۂ توبہ کی آیات ۱۱۱ اور ۱۱۲ پر انتہائی موثر اور جامع درس دیا۔

دوسرا درس راجہ عدالت حسین صاحب کی رہائش گاہ پر ہوا۔ ڈاکٹر زبیر صاحب مدرس تھے جنہوں نے دینی فرائض کے جامع تصور پر درس دیا۔

دروس کے بعد جناب ڈاکٹر خالد عفی صاحب نے لیکچر دیا‘ موضوع تھا ”مجالس نبویؐ“۔ اس لیکچر میں ڈاکٹر خالد صاحب نے بہت موثر طور پر آداب مجلس پر روشنی ڈالی۔

لیکچر کے بعد ”دعوت کی اہمیت اور داعی کا مقام“ پر مذاکرہ ہوا‘ جس میں تمام رفقاء نے بھرپور طور پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر خالد نے نہایت پر اثر طریقے سے داعی کے مقام پر روشنی ڈالی اور اس عظیم کام کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اب ہم سب حزب اللہ میں آ گئے ہیں۔ ہم حضور اکرمؐ کے لشکر کے سپاہی ہیں۔ ہمیں اپنے مقام کو پہچاننا چاہئے اور ہر وقت رب کریم کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں اس کام کو کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ حضور اکرمؐ کے لشکر کے سپاہی ہونے کی حیثیت سے ہمیں اپنی روحانی اور جسمانی تربیت پر بھرپور توجہ دینی چاہئے۔ ہمارے ہاتھ میں قرآن کی تلوار ہونی چاہئے۔

لیکچر کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد حالات حاضرہ پر مذاکرہ ہوا۔ ملک کے موجودہ حالات سے ہر رفیق پریشان تھا۔ عام خیال تھا کہ اب ان حالات کو درست کرنے کے لئے کسی بڑے اقدام کی ضرورت ہے۔ سب دینی اور مذہبی جماعتوں کو اکٹھا ہو کر نفاذ اسلام کے یک نکاتی ایجنڈے پر اتحاد کرنا چاہئے تاکہ اس ملک میں دین قائم ہو اور ہم سب اللہ کے عذاب سے بچ سکیں۔ پانی کی کمی کا مسئلہ خصوصاً زیر بحث رہا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کے گناہوں سے درگزر فرمائے اور ہماری مشکلات دور فرمائے۔ (آمین) شام چار بجے اجتماعی دعا پر یہ کیمپ اس جذبے کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

بکھیرتے رہو صحرا میں بیج الفت کے
یہ بیج ہی تو ابھر کر ثمر بناتے ہیں

(رپورٹ: شادمان مسعود صدیقی)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

---

around the world and it was comfortable with monarchies and autocratic governments in many parts of the world as long as they were on the US side" (Dawn, Sept. 26, 1999).
In her recent interview to Guardian, Ms Bhutto tried to speak on behalf of the nation and said: "the people of Pakistan are opposed to giving the armed forces power on the pattern of Turkey [because the Turkish army is a secular army. [Whereas] the Pakistan army is infected by the extremism." The Turkish secular fundamentalist army's drive to crush the country's Islamic movement continues unabated. Benazir's love for the Turkish army is due to the fact that its campaign is aimed not only at eradicating Islamic activism but also at purging Islam from Turkish society. The Taliban are being blamed for forcing men to keep beard and women to wear hijab. For acts like these, they have been equated to Nazis and fascists. What about the Turkish national Security Plan entitled "A Strategy for Action Against Reaction"? Is not purging the civil service of thousands of employees suspected of Islamic leanings a human rights violation?

Why are the seculars so averse to the decrees of the Taliban when they appreciate the Turkish military infringement on some of the most basic notions of privacy, sanctity and confidentiality of family life, and individual liberties? Doesn't it permit the dismissal of any government employee linked with "reactionary" or secessionist groups from his job? What is the difference between the "Islamic fundamentalist" Taliban and the secular fundamentalist Turkish army when the former do not allow listening to music tapes and the later bans such actions as listening to religious broadcasts or keeping beard? The Taliban's are facing the world wrath for their enforcing beards code, which is not as inhuman as the Turkish punishment for not wearing necktie or keeping beard. The difference is that the anti-Islam world approves actions of the Turkish government like the interrogation of government employees who visit mosques regularly, or whose wife, daughters or sisters wear the hijab.
If force is the element that the secular activists don't approve in pushing someone to act against his will, why are the Taliban condemned for their forcing women to wear hijab but not the "enlightened," "liberal" members of Turkish congress, who began pounding on their desks and shouted at Merve Kavakci, Istanbul representative from the Virtue Party. She had to leave Parliament without taking her oath because she refused to remove her headscarf. Even this was not sufficient for the fanatic secularists who vowed to prosecute Kavakci on charges of inciting religious hatred and the regime revoked her right to citizenship and moved to shut down the Islamic Virtue Party to which she belongs. Chief prosecutor Vural Savas declared that she "embodies the Islamic threat, sucking the blood of the secular state like a vampire" (Wall Street Journal).

The much loved-by-secular-bulwarks Turkish military has intervened in politics four times to remove popularly elected governments challenging this extremist secularism. Still, it is the our military whose back needs to be broken because it has not the will to close down religious parties and wipe out all religious symbols and slogans from the mouth, murals and memory of our armed forces. To become acceptable, the military has to start with amending its motto from Iman, Taqwa and Jihad fi sabil-il-lah to something mentioning global values and secular traditions. However, it might be more difficult for the military to bring this change compared to our shameful silence over the removal of Jihad related Quarnic verses from our educational curriculum.
Irrespective of the enemies of Allah's hypocritical gestures to please their masters in Washington, Pakistan would remain on top of the US hit list. Even our renunciation from Islam won't bring any change to its policy vis-à-vis Islam, let alone our disgraceful acts like saying good-bye to Quarnic verses which are against the American taste. Instead of being apologetic, we need to reassess our identity and stop feeling ashamed of our being true followers of Islam. We need to identify the enemies of Islam in our ranks who are busy in justifying the US propaganda for their self-interest. The solution is not in making our arguments in isolation but in contradicting the false picture presented by the secular elites.

We need to clarify the ground realities of Muslim societies and the fact that we are not the enemy of the West. Our crime is neither "fundamentalism," nor "terrorism," not even "Talibanisation." Our crime is our resistance to the godless world order. Our crime is preserving and reasserting our identity. Every living thing prefers even death, as an individual, to extinction as a species by absorption into other specie. So, when the lowliest unicellular living organism struggles fatally against a threat to its peculiar identity, the US must never be surprised if Muslims, as a nation, resist desperately, but not unreasoningly, any attempt to assimilate their national and religious character to the American sick civilization. This solid resistance - whether labeled as "fundamentalism" or "fanaticism" -- is the first law of our being, extended below the level of consciousness. The Americans are too old now -- they must know that there is one sure way to make a deadly enemy; and that is to propose to anyone: "Submit yourself to me, and I'll improve your condition by relieving you from the burden of your peculiar identity and reconstituting your substance in my image." The American themselves would never listen to such nonsense from anyone, nor must we.

View Point

Recognise the enemies of Islam

Abid Ullah Jan

We have the enemies of Islam and Pakistan in our ranks. The liberal elite, like Benazir Bhutto, never stop serving their Western masters in paving the way for the US and its anti-Islam allies to make Pakistan yet another horrible example after rubbing the nose of Iraqi might in the Middle East sand. There is a lesson for us in the statements of Benazir Bhutto, and that is: She is not alone. There are too many secular forces at work to undermine the ideology of Pakistan and the strength of our armed forces. We need to recognise these hypocrites and educate our public about their motives and ugly designs.

Benazir Bhutto's recent statements require serious attention for they reflect views of others like her, who can go to any extreme for their personal interests. Much of the so-called liberal leadership, both in political and NGO sector, has rebelled against Pakistan's ideology and agreed to act for the godless world order. That's why the US and its allies try their best to bring this clique back in power, as the alternative in their view could be a "fundamentalist" Taliban regime. Benazir, in this regard, has gone far ahead in her service to the US establishment in consolidating a campaign to label Pakistan as a threat to the world peace and security.

Talking in her masters' words, she blamed the present government for giving "a disproportionate voice to religious fanatics" in a recent interview to a British daily, the Guardian. Giving her propaganda a peculiar American tone, she said that the military is "dedicated to the export of religious extremism through Afghanistan to shores of Europe." For creating further dread of "Islamic fundamentalism," she said that the government is making "an attempt to create a new leadership of extremists...[and] eliminate progressive political leadership..." Directly targeting GHQ, she alleges that it "plans a vacuum, which can be filled by extremists linked to Taliban."

In her schizophrenic attempt, she tries to link everything associate anything she could think of to "Islamic fundamentalism" simply to generate undue sympathies for herself in the West. She says that NAB is used "to eliminate parties and politicians who can win elections over clerics." PPP, she claims is the only party that is "capable of politically confronting the theocrat and their supports within the military." She believes that Pakistan would lead the whole Muslim world to "decide whether to follow the example of fundamentalism as preached in Afghanistan or whether they opt for the fundamentals of a pluralistic democratic state." In an interview to the Guardian's correspondent, Luke Harding, earlier this year she said: "Since my ouster,...the only gain has been to the clerics who openly brandish their weapons and call for the Talibanisation of Pakistani society. I see myself playing a political role in ... strengthening of a liberal and enlightened Pakistan...." Every word that she utters speaks volumes of the fact that she is leaving no chance of maligning Islam. Her insanity crosses all bounds when she try to hold "Islamic fundamentalism" responsible for her husband's ordeal. In response to a question she said: "this is his eighth year in prison. That's the punishment a male spouse gets in an Islamic country where fundamentalists control key institutions. It's inhuman and barbaric." All these efforts are part of a systematic effort directed at making Pakistan a prime target of US aggression through associating its army with "fundamentalism" and gradually with fanaticism and international terrorism.

The US fears that in the absence of sell out leaders like these, the "fundamentalists" would take over and in that situation they do not know who would control the nuclear buttons. The US Congressional sources told Dawn that the picture presented by the former ISI chief before the intelligence committee was so scary that many members supported the public statement issued by the US warning against a military coup in Pakistan. Basically, these sources said, the US was not worried about an army coup but it was scared of a takeover by "fundamentalist Islamic radicals in the Pakistan army. Diplomatic observers said the US worked with army dictatorships

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 19
WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

☆ کیا محض ایک حکومتی حکم نامہ سے سود ختم ہو سکتا ہے؟

☆ کیا کشمیری مسلمانوں پر جہاد آزادی کے ساتھ غلبہ دین کی جدوجہد میں بھی حصہ لینا فرض ہے؟

☆ تنظیم اسلامی میں شمولیت کا طریق کار کیا ہے؟ ☆ کیا جہاد کشمیر پاکستانیوں پر فرض ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: کیا جہاد کشمیر کو جائز دفاعی جہاد قرار دیا جا سکتا ہے' کیا یہ تمام پاکستانیوں پر فرض ہے اور اس میں شرکت کے لئے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے؟

ج: جہاد کشمیر اصل میں جہاد حریت یعنی آزادی کے حصول کے لئے جدوجہد ہے۔ کشمیر کے رہنے والے مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ ہندوستان کے تابع نہ رہیں بلکہ علیحدہ ہو کر پاکستان سے مل جائیں۔ واضح رہے کہ خود اختیاری کسی قوم کا حق ہوتا ہے جسے قربانیاں دے کر ثابت کرنا پڑتا ہے ورنہ کوئی کسی کو علیحدہ تو نہیں ہونے دیتا۔ یہ جدوجہد اس معنی میں جہاد ہے۔

علاوہ ازیں ہو سکتا ہے کسی کشمیری مسلمان کے دل میں یہ ہو کہ اگر ہم علیحدہ ہو جائیں گے' مسلمانوں کی اکثریت ہو گی اور ہم یہاں اسلام قائم کر لیں گے تو وہ اس نیت کا اضافی پھل اللہ تعالیٰ کے ہاں پا لے گا۔ بہرکیف محض آزادی کے لئے بھی جہاد کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک اس کا پاکستانیوں پر فرض ہونے کا تعلق ہے میری رائے میں جہاد کشمیر پاکستان کے لوگوں پر فرض نہیں ہے۔ تاہم اپنے کشمیری بھائیوں کی مدد کے لئے ان کے ساتھ جہاد میں شامل ہونا قابل قدر ہے۔ اگر کوئی شخص اس جذبہ کے ساتھ پاکستان سے جاتا ہے کہ کشمیری بھائیوں کی مدد کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ اسے والدین سے اجازت لے لینی چاہئے۔ واللہ اعلم۔

س: تنظیم اسلامی میں شمولیت کا طریقہ کار اور شرائط کیا ہیں' بعد ازاں اس کام کے لئے کتنا وقت صرف کرنا ہو گا اور کیا طلبہ کے لئے کوئی رعایت ہے؟

ج: تنظیم اسلامی میں شمولیت کی دو شرائط ہیں۔

(۱) اللہ سے عہد کیا جائے کہ اے اللہ تیرے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا' تیرے احکام پر چلوں گا اور اپنا تن من دھن تیرے دین کے لئے لگا دوں گا۔

(۲) دوسرا عہد تنظیم کے امیر کے ہاتھ پر کیا جاتا ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی اور دعوت و اقامت کے لئے تنظیم اسلامی جو جدوجہد کرے گی اس میں میں آپ کا ساتھ دوں گا' آپ جو حکم دیں گے میں مانوں گا---- باقی یہ کہ طالب علموں کی جو بھی تحدیدات اور بندشیں ہیں انہیں ہم ملحوظ خاطر اور پیش نظر رکھتے ہیں' بعض چیزوں میں انہیں رخصت دی جا سکتی ہے۔

یہ ذہن نشین رہے کہ ہر باشعور مسلمان پر جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح اقامت دین کی جدوجہد بھی فرض ہے۔ اس حوالے سے اسے کسی نہ کسی جماعت میں ہونا چاہئے۔ تنظیم اسلامی بھی اسی غرض سے قائم کی گئی ایک جماعت ہے۔ جو لوگ اس کے دینی فکر اور طریق کار کو درست سمجھتے ہیں وہ اس کے پلیٹ فارم سے اقامتِ دین یعنی نظام خلافت کی جدوجہد میں سرگرم عمل ہیں۔

س: کیا کشمیری مسلمانوں پر جہاد آزادی کے ساتھ غلبہ دین کی جدوجہد میں حصہ لینا اسی طرح فرض ہے جس طرح ایک پاکستانی مسلمان کے لئے خلافت کے لئے کام کرنا لازم ہے؟

ج: جی ہاں! نظام خلافت کے لئے کام کرنا تو کشمیری مسلمانوں پر بھی ایسے ہی فرض ہے جیسے پاکستانی مسلمانوں پر۔ اگر کشمیری مسلمان خلافت کے لئے کام نہیں کر رہے تو وہ اس فرض کے تارک ہیں' آزادی ہو یا نہ ہو خلافت کی جدوجہد کرنا ضروری ہے۔

آنحضور ﷺ مکے کے اندر اس معنی میں آزاد نہیں تھے کہ آپؐ کے ہاتھ میں اختیار تھا لیکن آپ جدوجہد تو کر رہے تھے۔ مدینے میں آ کر اختیار حاصل ہو گیا تو ایک اور نئی کیفیت اور نئی جہت کے ساتھ غلبہ دین کی جدوجہد شروع ہو گئی۔ لہٰذا اگر کسی خطہ زمین میں کہیں کوئی ایک بھی مسلمان موجود ہے اور وہ صحیح معنی میں اللہ کا بندہ ہے اور اللہ پر ایمان رکھتا ہے اس پر فرض ہے کہ باطل اور شیطان کے غلبے کو ختم کر کے اللہ کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کرے۔

یاد رہے کہ غلبہ دین علیحدہ شے ہے' آزادی علیحدہ شے ہے۔ پاکستان کو آزاد ہوئے ترپن برس ہو گئے ہیں لیکن یہاں اسلام نہیں آیا۔ اسی طرح اگر کشمیر آزاد ہو گیا تو کیا وہاں اسلام آ جائے گا؟ اسلام تو اسلامی طریقے سے ہی آئے گا یعنی خلافت تو اسی طریقے سے قائم ہو گی جس طرح اس کو قائم کرنے کا نہج ہے۔

س: کیا محض ایک حکومتی حکم نامہ سے سود کافور ہو جائے گا جبکہ نظام مملکت اور وسائل و ذرائع پیداوار کا استعمال اسی رواج و روایت پر مبنی ہے جو اغیار کا قائم کردہ ہے؟

ج: سود کا مکمل خاتمہ تو کلی انقلاب کے بغیر ناممکن ہے تاہم حکومت کے پیش نظر جو بھی غیر سودی بنکنگ کا نظام ہے اس میں سود شامل ہے۔ انہوں نے تو پہلے ہی صاف کہہ دیا تھا کہ پرائز بانڈ اور ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ جاری رہیں گے۔ اس طرح سود تو ختم نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں یونائیٹڈ بنک نے سود کے حق میں کورٹ میں اپیل بھی دائر کر دی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے سود کا خاتمہ حکومت کا مطمع نظر نہیں ہے۔

تاہم اگر حکومت خاتمہ سود کے بارے میں ذرا بھی مخلص ہے تو اس حکم نامے سے سودی معاملات کے اندر نمایاں کمی ضرور ہو گی یعنی کم از کم سود در سود کی تو نفی ہو جائے گی' میرے نزدیک یہ بھی خوش آئند ہے۔ حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے: ((اقامت حد من حدود الله خير من مطر اربعين ليلة)) یعنی شریعت کی حدود میں سے ایک حد کے نافذ کئے جانے سے جو برکات پیدا ہوتی ہیں وہ چالیس رات کی بارش سے زیادہ بابرکت ہیں۔ اس حوالے سے سود کے اندر جتنی بھی کمی ہو سکے اور اسلام کی سمت جو بھی پیش رفت ہو ہمیں اسے خوش آمدید کہنا چاہئے۔

س: اسلام موسیقی کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟

ج: صرف vocal میوزک یعنی گلے سے اچھی آواز نکالنے میں قطعاً کوئی خرابی نہیں البتہ آلات موسیقی میں صرف دف کی اجازت ہے باقی دیگر آلات کے ذریعے سے موسیقی جائز نہیں۔

(مرتب: انور کمال میو)